فاضل بریلوی کی خصوصیات

تجلیات انوار المعین

تالیفِ فخرِ سلسلۂ خیر آبادی

حضرۃ العلامہ مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

صدر المدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف و ناظم انجمن جمعیۃ انوارِ خواجہ اجمیر شریف

استاذِ مکرم حضرۃ خواجہ قمر الدینؒ سجادہ نشین سیال شریف

باہتمام و تصحیح تام بندہ محمد معظم علی نجیب آبادی تلمیذ حضرۃ مصنف علام اجمیری مدظلہ

محمد اشفاق حسین صدیقی نے اپنے مطبع صدیقی میں چھاپا اور

حضرۃ مولانا مولوی معین الدین صاحب صدر المدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف نے شائع کیا

الحمدللہ ہماری خواہش پر استاد محترم فاتح مناظرہ کوہاٹ، ترجمان اہل سنت والجماعت، مصنف بےنظیر جناب **مولانا ابوایوب قادری صاحب** (حفظہ اللہ) نے اپنی لائبریری سے یہ نایاب اور اہم حوالہ جاتی کتاب ہمیں فراہم کی۔

مکمل کتاب پہلی بار نیٹ پہ شائع کی جارہی ہے۔۔۔

استفادہ کرنے والے ساتھیوں سے محترم جناب مولانا ابوایوب قادری صاحب کے علم وعمل میں برکت کی خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

طالب دعاء

عرفان اختر حنفی عفی عنہ

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی کی یہ ابجی ملاحظہ ہو کہ اپنی حقیقی خصم سے کنارہ کش ہو کر حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب مدظلہ العالی صدر الصدور صوبہ دکن کا دامن پکڑا اور جسنے انکو فاضل بریلوی کیساتھ مخاطب کیا اسی کو آپنے مجاہیل مجہول فرمایا۔ اس پر بس نہ کر کے اپنے کو ایسا آسمان پر چڑھایا کہ جسکے رسالہ کی تردید لکھی اسی کیساتھ تخاطب کو عار بتایا۔ تمام مذاہب تابع الوقت کی بے محل تردید سے رسالہ کا حجم بڑھایا جس رسالہ (القول الاظہر) کی تردید لکھی اُسکی طرف اسقدر اعتنا کیا کہ اسکے بارہ مضامین سے ایک مضمون کے ایک حصہ کے ایک جز کے ساتھ دو سوال بار کیا پھر اپنی صفحات لازمہ تعلی وسخت کلامی و فحش گوئی والے تو پہلودار گوئی کا تماشا دکھایا جسکی یادداشت میں یہ رسالہ لکھی ہے

تجلیاتِ انوار المعین

نمودار ہوا جسمیں نہ صرف اُنکے اوہام وشکوک کا قلع قمع کیا بلکہ اسکے ضمن میں انکے خصوصیات کا اس طرح اظہار کیا جس سے اُنکی باطنی تدابیر کا مرقع الٹ گیا۔ اخیر میں مسئلہ اذان سے متعلق چند ضروری فہمائشوں کے بعد اُنکے فضائل وکمالات کا شمار کیا۔ جنکے ذریعہ انکا مظہر اسم جلال ہونا ثابت کر کے انکی مصطلحہ مجددیت کو پایہ ثبوت تک پہنچایا۔ اس رسالہ میں نہ صرف انکے چند طالبعلمانہ شبہات کے استیصال پر اقتصار ہی بلکہ اسمیں انکے فضائل وکمالات کا بھی شمار ہے جس نے نہ صرف القول الاظہر سے اُنکے شکوک کو اُٹھایا بلکہ بعض معاصرین پر سے بھی انکے مطاعن کو زائل کر کے حق اخوت دینی ادا کیا

مرتبہ فقیر معین الدین اجمیری کان اللہ لہ خادم دار العلوم معینیہ عثمانیہ وانجمن جمعیۃ انوار خواجہ۔ اجمیر شریف

حسب فرمائش وارشاد جناب مولوی ظہور محمد صاحب رئیس پیاپڑ (مارواڑ) زاد اقبالہم

باہتمام وتصحیح تام بندہ محمد معظم علی نجیب آبادی تلمیذ حضرت مصنف علام اجمیری مدظلہ

محمد اشفاق حسین صدیقی نے اپنے مطبع صدیقی میں چھاپا

اور

حضرت مولنا مولوی معین الدین صاحب صدر المدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ نبینا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد، مولوی احمد رضا خانصاحب
بریلوی اعلیٰحضرت پیشوائے مدعیان سنت مجدد مائۃ حاضرہ باعتابہ المترہ نے بیٹھے بٹھائے ایک فتویٰ چھاپ دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی
کو مسجد بدر کردیجائے گو یہ امام اعظمؒ سے براہ راست مروی نہیں لیکن فقیہوں (کل نہیں تو بعض) نے یہ لکھ ہی دیا ہے کہ
لایوذن فی المسجد۔ اور حدیث میں بروایت محمد بن اسحٰق (گوکہ امام مالکؒ جیسے جلیل القدر امام نے اُنکو دجال اور دیگر ائمہ نے
اُن کو ضعیف کہا ہے) علی باب المسجد آیا ہے۔ اس شتہ (بلکہ غلط در غلط) ثبوت پر دنیائے اسلام میں انھوں نے اپنا چیلنج
شائع کردیا کہ اگر کوئی ہمارا مخالف عالم دنیا کے پردہ میں رہتا بستا ہے وہ میدان تحریر میں آئے۔ مباحثہ علمیہ میں گو وہ عہدہ برآ ہوسکتا
ہو لیکن بیہودہ گوئی و دشنام دہی میں کوئی بازی نہیں لیجا سکتا۔ اپنے موافقین کو احیائے سنت کا سبز باغ دکھا کر سو شہیدوں کا
اجر تقسیم کر بیٹھے۔ اعلیحضرت نے سمجھ لیا تھا کہ اس چودھویں صدی کے لوگ جبکہ ایک پنجابیؒ کے دعوائے نبوت کو ٹھنڈے
دل کے ساتھ اسکو تسلیم کرنے میں عذر نہیں کرتے۔ اور دوسرے پنجابیؒ کی صدا انکار حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر باد کہہ دیے
ہیں تو چلو آؤ اس بادِ ہوائی کے زمانہ میں خود بھی بہ نسبت اُن کے ایک سہل دعویٰ کرکے اپنی ایک ممتاز جماعت کھڑی کرلو۔
عمر ستر سے تجاوز کرگئی دفعۃً پیغام اجل آگیا تو سارے ارمان دل کے دل ہی میں رہجاوینگے۔ جو وقت ہے وہ غنیمت ہے۔ کچھ [illegible]
بے ہنگام جماعت اس ہیں، ہاں ملانے والی اور ہم کو مجدد ماننے والی سردست موجود ہے۔ اہل علم کے تسلیم نہ کرنے سے قادیانی
کا کیا بگڑا جو اُس کا خراب اثر ہم پر پڑیگا۔ یہ شوریدہ سر و متوالی جماعت ہی ہمارا رتبہ بڑھانے اور چیخ پکار مچانے کے لئے کیا کم ہے۔ آخر
قادیانی کا ستارۂ اقبال دنیا میں چمک ہی گیا۔ علماء اُسکے متبع نہ ہوئے نہ سہی ایک جاہل جماعت کے جہل کو خدا سلامت رکھے
تو انکے لئے بھی سب کچھ ہے یہی ہے۔ لوگوں کی عام حالت دیکھتے ہوئے اعلیحضرت کا خیال کچھ دور از کار بھی نہ تھا۔ یہ خیال جمنے کی دیر
تھی کہ بریلی سے فتویٰ شائع ہوگیا جس کا نام خود انھوں نے فتوائے مبارکہ رکھدیا۔ اس فتویٰ میں بطور دفع دخل اصل
دس سوالات کے بعد پانچ کا اور اضافہ کرکے فتوے کو مکمل کردیا۔ یہ اضافہ صرف جماعت علماء کے مرعوب کرنے کی خاطر کیا اور
چونکہ جانتے تھے کہ اکثر اہل علم سادہ طریق سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور ہمارے قاریوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہیں اور
خود بدولت ذرہ بھر فن قرأت سے آشنا ہیں اس وجہ کر اس کا اسطرح اظہار فرماتے ہیں کہ "ہندوستان میں کتنے عالم ہیں جو قرآن
کو مخرج صحیح سے ادا کرتے ہیں" مطلب یہ کہ ہم قاری ہیں اور یہ علماء جبکہ فن تجوید کے مطابق قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے تو ہم کو (جبکہ ہم
قاری ہیں) وہ کیا بحث کر سکتے ہیں۔ اور اگر اعلیحضرت کی فضیلت قرأت میں ذرا کسی نے چون وچرا کی تو پھر بے تامل تکفیر اسکے
سر تھوپ دی جائیگی کہ دیکھو یہ شخص قرآن کی صحیح تلاوت کی اہمیت میں کلام کرتا ہے۔ غرض اس قسم کے قیود بڑھا کر علماء کو مرعوب کرنا

عہ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۲۔ عہ عبداللہ چکڑالوی ۱۲۔

چاہا تھا۔ مگر اہلِ حق ان باتوں سے کب مرعوب ہونے والے تھے اُنہوں نے مفتی مصنف کے زعم باطل کو اسلامی دنیا میں خوب طشت از بام کیا اور چاروں طرف کا س نتوے پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ایک "عالم کی تکفیر" کے جواب اس کے بے اعلیحضرت نے دم بھی مارا کہ ع پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است۔ لیکن جب اس کا سلسلہ انکو غیر محدود نظر آیا اور خیال فرمایا کہ یہ وہی شل ہوئی کہ ف ہر بلائے کز آسماں آید۔ خانۂ انوری کجا باشد۔ تو انھوں نے اپنے لئے یہ صورتِ تخفیف نکالی کہ فلاں رسالہ جو فلاں کے نام زد ہے یہ در اصل اُس کا نہیں بلکہ اس کا مصنف فلاں شخص ہے۔ اور جو تقریری مناظرہ کے لیے آمادہ ہوا اُس کی نسبت چھاپ دیا کہ یہ غیر معروف ہے قابل خطاب نہیں۔ علماء بدایوں نے جب تقریری مناظرہ کی بنیاد ڈالی اور ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ آٹھ بار اشتہار طبع کرا کر مختلف طریقے سے اعلیحضرت کو اُبھارا۔ خطوط علیحدہ لکھے تمام جلسہ کا بار صرف اپنے ذمہ لیا جن علماء کو مدعو کرنا تھا اُن کے نام تک ایک طویل اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیئے۔ شرائط مناظرہ ایسے قرار دیئے جو اگرچہ علماء بدایوں کے حق میں نہایت بارگراں تھے۔ مگر اعلیحضرت کے حق میں نہایت ہلکے اور خفیف۔ پھر اس قدر اس میں یہ بھی اور اضافہ کر دیا کہ آپ بذات خاص نہ سہی آپ کے کوئی خوشہ چیں بزرگ ہی مناظرہ کے میدان میں آجاویں کہ اُن پر الزام بعینہٖ آپ پر الزام ہو۔ غرض جو باتیں آن ہونی تھیں وہ بھی علماء بدایوں نے مناظرہ کی خاطر اختیار کیں اور دوسری طرف اعلیحضرت کو غیرت پر غیرت دلائی مگر احیائے سنت کے مدعی اعلیحضرت! سو شہیدوں کا اجر تقسیم کرنے والے اعلیحضرت دنیا بھر کو اپنی مجددیت منوانے والے اعلیحضرت! ایک عالم کی تکفیر کرنیوالے اعلیحضرت! مناظرہ کے لئے آمادہ ہوئے پر نہوئے اور نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ مشتہر کر دیا کہ جناب مولنا عبد المقتدر رحمۃ اللہ علیہ میں تو تاب مناظرہ بھی نہیں۔ وہ تو اس سے سکوت کریں اور اِدھر اُدھر کے غیر معروف ناقص العلم بازی لیجائیں۔ بھلا یہ ہوسکتا ہے آنکے مریدین نے تو یہ سنتے ہی کہا ہوگا کہ توبہ حضور! کسی کی کیا مجال جو حضور سے ہمسری کر سکے۔ حضور ایسے اور ویسے پہلے کوئی حضور کے ہم رتبہ تو ہولے پھر کہیں مناظرہ کی ہوس کرے۔ مطلب یہ کہ نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ اللہ اکبر! بہنو بچانے کے کیا زبردست داؤ گھات چودھویں صدی کے مجدد نے ایجاد کئے ہیں کہ تمام عالم کی تکفیر و تفسیق کے بعد بھی کسی کے ہتے نہ چڑھے۔ اور گھر میں بیٹھ کر تمام میدان جیت لئے۔ اب وہ سنئے جس کا جلوہ یہاں دکھایا کہ دعوتِ مناظرہ پر لبیک نہ کہی اور رجماً بالغیب یہ فرمادیا کہ القول الاظہر کے مصنف حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب معین المہام امور مذہبی صوبۂ دکن ہیں۔ لطف یہ کہ حضرت مولنا معین المہام دامت برکاتہم اپنے ایک خط میں اس غلط انتساب کی تغلیط بھی کرتے ہیں اور صاف تحریر فرماتے ہیں کہ "مولوی متین الدین صاحب صدر مدرس مدینہ عثمانیہ اجمیر شریف نے ایک رسالہ لکھ کر بغرض طبع میرے پاس پیش کیا" اس پر طرہ یہ کہ ابھی انوار الرضا جس کے متعلق خواب میں اعلیحضرت کو بشارت ہوئی ہے کہ یہ القول الاظہر کا جواب ہے اس میں بعینہٖ اُس خط کو بھی نقل فرما دیتے ہیں جس میں فقرہ مذکورہ درج ہے۔ جس کو یقین نہو وہ ابھی انوار الرضا صفحہ ۲ کا مطالعہ کرے۔ اور خوب دل کھولکر صدق و دیانت کا مرثیہ پڑھے کہ جب چودھویں صدی کے مجدد تک ہی کا فور ہوگئی تو اُسکے اُمتی وکلمہ گو جس قدر بھی اس سے عاری ہوں محل شکایت نہیں۔ اس مقام پر ناظرین کو یہ خلجان ضرور ہوگا کہ صدق و دیانت کا بلا وجہ اعلیحضرت نے کیوں خون کیا اور کس مصلحت نے انکو اس لم تشنیع پر آمادہ کیا۔ اسکا خود اعلیحضرت اجل الرضا میں اسطرح جواب دیتے ہیں کہ رسالہ ایک غیر معروف شخص کے نام سے تھا اور صاحب ممدوح کی فرمائش سے طبع ہونا مکتوب مجاہیل یا جہلاء سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں لائق

ف یہ دعوت بالعنوان "اعلان مناظرہ" دو سال ہوئے کہ شائع ہوکر اعلیحضرت کی خدمت میں باریاب ہوچکا لیکن ہم اُس عذر لنگ سے بھی محروم رہے جو علماء بدایوں کے حق میں کہا گیا ۱۲ منہ

مطلب یہ ہے کہ ہمکو گو اسکا اقرار ہے کہ حضرت مولنا معین المہام دامت برکاتہم کو اس رسالہ القول الاظہر سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ انکی فرمائش کو طبع ہوا و نیز اس کا بھی اعتراف ہے کہ یہ رسالہ غیر معروف شخص کا مصنفہ ہے لیکن چونکہ مصنف مجہول یا جاہل ہے اس سے اپنی علو شان کا لحاظ کیکے ہم بجائے مصنف صاحب مطبع ہی کو مخاطب کرنے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ معروف ہونے کے علاوہ ایک سیاسی سیاست کے رکن بھی ہیں اور یادہ مرہم اعلیحضرت کا جوڑ برابر کا ہو گیا۔ اگر یہ مطلب نہ لیا جاوے تو اعلیحضرت کے دونوں جملوں میں کوئی ربط نہ رہیگا جو اُنکے خلاف شان عالی ہو۔ اب اگر ہم کو افسوس ہے تو اسکا کہ خلق اللہ کی زبان اب بھی بند نہ ہوگی وہ برملا کہیگی کہ اعلیحضرت ہدایت کے لئے کھڑے ہوئے تھے انکو برابر کا جوڑ تلاش کرنے سے کیا بحث۔ ایک جاہل یا مجہول شخص طالب ہدایت اپنے جہل یا مجہولیت کے باعث کیا استفسار کا بھی کوئی حق نہیں رکھتا۔ اور کیا مجیب و ہادی کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ وہ مستفسر و طالب ہدایت کو اُسی وقت جواب دے یا اُس سے ہمکلام ہو جبکہ وہ مجیب و ہادی کے ہم پلہ و ہم رتبہ ہو۔ اگر رحمت خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قاعدہ کی پابندی فرماتے تو ایک کو بھی ہدایت نہ ہوتی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر صرف مفقود ہی نہ تھا بلکہ بقول عرفی شیرازی اس کا مصداق ہے ؎ روزیکہ شمر دند عدیلش ز محالات بد تاریخ تولد بنوشتند عدم را۔ اعلیحضرت نے جب احیائے سنت کا نام لیکر سو شہیدوں کا بیدریغ اجر تقسیم کرنے پر کمر باندھ لی تھی اور اس صدائے خوش کن سے کرۂ ارض میں ایک گونج پیدا کردی تھی تو انکو چاہئے تھا کہ ہر ممکن طریق سے تشنگانِ ہدایت کو سیراب کرتے اور نہایت خندہ پیشانی کیساتھ جا و بیجا سوالات سنکر سائلین کا اطمینان کرتے۔ اسکے لئے دور دراز سفر کی بھی زحمت گوارا فرماتے خلقت کی جا و بیجا نکتہ چینیوں کو ٹھنڈے دل سے سنتے اور اُن کے شبہات کو رفع کرکے سب سے پیشتر سو شہیدوں کا اجر خود مول لیتے ضعفت کے سخت کلمات کی پروا نہ کرکے اِس کان سُن اُس کان اُڑاتے اور صابرین کے زمرہ میں داخل ہو کر خلق حسن کا بہترین نمونہ صفحۂ دہر پر چھوڑتے لیکن بجائے اسکے بارگاہ اعلیحضرت سے وہ درفشانی و گوہر باری ہوئی کہ خلقت حیران ہے کہ انکا ظہور بارگاہ رضویہ سے ہوا ہے یا لکھنو کے مشہور کوٹھوں سے چلئے اہل علم کی حلیم جماعت اس کے لئے بھی حاضر ہے کہ اعلیحضرت کی درفشانی کی بہار دیکھے لیکن حضرت کی برابر کی جوڑ کا عذر کس طرح رفع کیا جاوے۔ اب فرمائیے کہ سائل کے اطمینان کی کیا صورت۔ بالمشافہ تقریری مناظرہ سے ہمیشہ اعلیحضرت گریز کرتے ہیں لیکن اب تحریری گفتگو بھی ٹالے پڑ گئے۔ اگر یہی تھا تو پھر اس سلسلہ کی بنیاد ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔ گھر میں بیٹھ کر جو چاہو کرتے کوئی چوں بھی نہ کرتا۔ اور نہ حضرت کو بمقدار تحریری کوفت اٹھانا پڑتی جب ہمت کر کے میدان میں آگئے تو اب علمی اکھاڑے سے گریز کیسا القول الاظہر کو شائع ہوئے تیسرا سال ہے۔ اب تک اسکا جواب نہ ہوسکا اور نہ آئندہ اسکی اُمید البتہ دعوت مناظرہ و رسالہ ہر دو کے جواب میں کامل ڈیڑھ سال انتظار کے بعد اعلیحضرت کی سرکار سے ہم کو صرف یہ فقرہ وصول ہوا کہ مجاہیل یا جہلہ سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق۔ باقی رہا رسالہ سو قصور معاف اگر انشائے ماہ مورام تحریر ابن الہمام کا جواب ہوسکتی ہے تو اجل الرضا بھی القول الاظہر کا جواب قرار پاسکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہنوز خلقت کی عقلیں اسقدر مسخ نہیں ہوئیں کہ ایک غیر متعلق رسالہ اجل الرضا کو القول الاظہر کا غلط جواب بھی تسلیم کرلیں۔ ناظرین کی واقفیت کیلئے ہم دونوں رسالوں کا مختصر خاکہ کھینچتے ہیں جس سے اندازہ ہوجائیگا کہ ہر دو رسالہ میں کیا تعلق ہے۔ یقین حاصل کرنے کے لئے اس سے بہتر صورت نہیں کہ دونوں رسالوں کو پیش نظر رکھ کر تقابل کیا جاوے۔ اس مقابلہ کے لئے انصاف کی بھی ضرورت نہیں۔ غیر منصف بھی ایک بار حیران ہوکر چلا تو بول ہی دیگا کہ یہ جواب ہے یا مذاق۔ القول الاظہر میں صفحہ ۳ سے ۹ تک نہایت وضاحت کیساتھ نفس اجماع کی تحقیق اور اسکی اہمیت تحریر کیگئی ہے۔ اسی شمار میں اسکے متعلق اعلیحضرت کے شبہات کا صرف قابل دید ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے انکا ایسا زبردست خاتمہ کیا کہ خود رسالہ اجل الرضا نے مصنف کے سکوت سے فائدہ اٹھاکر خلاف شہادت دیدی۔ اعلیحضرت کے انہیں استنادات جنکی رو سے اجماع کی وقعت و عظمت کم کی گئی تھی اب اجماع کی وقعت ذہن نشین کی اور اس طرح وہ بجائے اُنکے مفید ہونے کے بجز مضر کے مفید ہوئے

صفحہ ۲۲ سے صفحہ ۳۰ تک جس ضعیف روایت کی بنا پر اعلیٰحضرت بدعت کو بنام سنت رواج دینے کے لئے کمربستہ ہیں اسکے ایک راوی محمد بن اسحٰق کی تنقید کی گئی ہے اور جن اکابر ائمہ نے اُن پر جرح کی ہے انکا حوالہ کتاب مع تشریح جرح ایک نقشہ مرتب کرکے دکھایا ہے کہ ایسے بعد اس روایت سے استدلال معمولی شخص کا کام نہیں بلکہ مستدل کے لئے انتہا شوخ چشمی و دیدہ دلیری کی ہے صفحہ ۳۰ سے اسی سلسلہ میں محمد بن اسحٰق کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی کا محققانہ فیصلہ درج کرکے فضول قیل و قال کا خاتمہ کردیا۔ صفحہ ۳۴ سے صفحہ ۴۰ تک روایت کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد بھی روشن کردیا کہ اعلیٰحضرت کا اس سے استناد باطل۔ اسی ضمن میں حق کی تائید اُس اجماع سے (جو عہدِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ میں منعقد ہوا تھا) کرکے حضرت مولنا عبدالحیٰ صاحب فرنگی محلی کی عبارت مندرجہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ کا مطلب ظاہر کیا گیا اور اس وجہ سے وہ عبارت ہمکو مفید اور اعلیٰحضرت کے حق میں مضر ہوگئی سے وہ الزام ہمکو دیتے تھے قصور انکا نکل آیا۔ صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۴۰ تک اس فتوے کا خلاصہ ہے جو ایک مقدس فاضل عبدالقادر مدنی مدرس حرم شریف نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قلم سے اعلیٰحضرت کے خلاف صادر ہوا ہے یہ مفتی اجل وہی ہیں جنکو اعلیٰحضرت نے اپنی کتاب حسام الحرمین میں نہایت تعظیمی الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اور اب خلاف کی وجہ سے بارگاہِ اعلیٰحضرت سے سوائے احمق و جاہل ان مفتی صاحب کے نصیبوں کچھ نہیں ~ ان الدھر لات بالاعاجیب صفحہ ۴۱ سے صفحہ ۴۲ تک معتبر کتب احناف سے سلسلۂ روایات قائم کیا جو بالاتفاق اذان اندرون مسجد پر شاہد ہیں۔ اسی ضمن میں اعلیٰحضرت کے استدلال و تاویلات کا قلع قمع کیا۔ اور امر حق کو ایک روشن ثبوت سے واضح کرکے رسالہ کو ختم کیا ہے اب اس کے مقابلہ میں اعلیٰحضرت کے اجل الرضا کو ملاحظہ فرمایئے جس کو سوء اتفاق سے اعلیٰحضرت نے القول الاظہر کا رد بلیغ سمجھ لیا۔ اس رسالہ کی ابتدا اپنی مدح سرائی سے ہوئی ہے کہ ہم ایسے اور ویسے۔ مطلب یہ کہ ہم احیائے سنت و اتباع ملت وغیرہ میں منتخب روزگار۔ اور ہمارے مخالفین تحریف و خیانت و افترا و جہل وغیرہ میں گرفتار۔ ایک صفحہ اسی مضمون کے نذر ہوگیا۔ دوسرے صفحہ میں حضرات علماء بدایوں و علماء رامپور کی مذمت و تنقیص سے فراغت حاصل کرکے خواہ مخواہ حضرت مولنا معین المہام مدظلہ کے سر ہوگئے۔ اسطرح اس صفحہ کا خاتمہ کرکے تیسرے صفحہ میں پھر القول الاظہر کی راگنی اسطرح گائی کہ اسکے مصنف حضرت مولنا معین المہام (حسب قرارداد اعلیٰحضرت) نے وہ رسالہ علماء مذکورین کی طرح میرے پاس نہ بھیجا۔ اسکے بعد باہمی مراسلت کے قصہ کو چھیڑ کر پورے ستولہ صفحے نامۂ اعمال کی طرح روشنائی سے روشن کردیئے۔ اور ان میں تمام خطوط اپنے اور حضرت مولنا کے نقل کرگئے اور اُن کے ایک مضمون خط پر تنقیدات قائم کرکے رسالہ کا حجم بڑھادیا۔ تنقیدات لکھتے لکھتے جو فورِ علم نے زور کیا تو اُسکی طغیانی کون فرو کرے۔ دریا کے تلاطم کا تماشا دیکھو پہلی لہر میں نیچری نمودار دوسری میں ندوی آشکار تو تیسری میں اہل دیوبند پیدا۔ اسی تموج میں علماء دیوبند کے کفریات کا شمار۔ اب مصنف القول الاظہر کی غیر محدود حیرانی کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جس کو کبھی اس قسم کی بے ربطی سے سابقہ پڑا ہو۔ تفسیر کبیر کی مذمت میں بطور استہزا کسی نے یہ جملہ کہا تھا۔ فیہ کل العلوم الا التفسیر یعنی اس تفسیر میں صرف تفسیر کی کمی ہے باقی سب علوم اسمیں موجود ہیں۔ یہ قول اس تفسیر کے حق میں یقیناً غلط ہے لیکن اعلیٰحضرت نے اپنے رسالہ (اجل الرضا) کی نسبت اسکو سچ کر دکھایا کہ تمام مذاہب رائج الوقت پر طعن کرگئے اور اُس رسالہ کو چھوا تک نہیں جسکی تردید لکھنے بیٹھے تھے لطف پر لطف یہ کہ غیر متعلق حضرات کے نام و ذکر سے اجل الرضا کو پُر کردیا اور نہ معلوم کس مصلحت سے اپنے خاص خصم کو جسکے اپنی دل کے رسالہ میں جگہ نہ دی اور اُسکے صراحتاً ذکر کو اپنے لئے عار سمجھ کر صرف اشارہ کنایہ سے کام لیا کہ ہنوز وہ فہم معروف در پردۂ خفا ہے۔ پھر فرط عنایت و الطاف سے دوسروں کی زبان سے ~ اُسکا نام رسالہ میں نقل بھی کردیا۔ اب تازہ مصیبت یہ پیش آئی کہ جس راز کو مخفی رکھنا چاہا تھا

~ اشارہ بجانب حضرت مولنا محمد انوار اللہ صاحب بالقابہ مدظلہ العالی۔ ان کے خط کو اعلیٰحضرت نے بعینہٖ اپنے رسالہ میں نقل کردیا ہے۔ اسمیں مصنف کے نام کی تصریح آگئی ہے ۱۲ منہ

وہ **طشت از بام** ہوگیا ایسی ہماما کیا قصور۔ یہ **اجنبی** حضرات ہیں بطور خود باہمی مراسلات ہونے اور اُس کے شائع کردینے کا نتیجہ ہے ۵ خط گئے پکڑے کسی کے نام کے پیغمبر نے ہیں نامہ و پیغام کے۔ البتہ بیش سوالات کا **بستہ باب** جو انہوں نے حضرت مولنا **محمد انوار اللہ** صاحب پر اپنے ایک خط میں کھولا تھا اور جس کی نقل رسالہ (اجل الرضا) میں ہے وہ کسی قدر القول الاظہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس حساب سے رسالہ بھر میں صرف دو صفحے ہیں جن کی وجہ ہے کہہ سکتے ہیں کہ مصنف اجل الرضا نے القول الاظہر کا اگر مطالعہ نہیں کیا تو اُس کو خواب میں ضرور دیکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ تعلق بھی صرف اسقدر ہے کہ اعلیحضرت نے بجز استفسار اور درِ سوال باز کرنے کے کوئی نقض یا منع وارد نہیں کیا معارضہ تو بجائے خود رہا۔ اس میں نرے خالی خولی سوالات ہی سوالات ہیں جو عموماً طلبہ بطور استفادہ اپنے اساتذہ سے کیا کرتے ہیں۔ یہ ہے اجل الرضا کی کائنات کہ جو القول الاظہر کے بارہ مضامین میں سے ایک مضمون کے ایک نقطہ کے ایک جزء کے ساتھ سائلانہ تعلق رکھتی ہے۔ اور جس کو اعلیحضرت نے القول الاظہر کا رد بلیغ فرمایا۔ اور اُسکی لوحِ پر اُس کو ثبت کرادیا۔ اسقدر گذارش و حقیقتِ حال روشن کرنے کے بعد بھی اعلیحضرت کے خاص لائق **مشنریوں** سے انصاف کی توقع اسلئے نہیں کہ ان کو اعلیحضرت کی ذات سے منافع دینوی حاصل ہیں جن پر اُنکا کا تفاق زندگی چلرہا ہے اور اس لئے وہ دونیکے قدر شناس۔ عقل و علم سے پاک و مقدس ہستیاں ہر ایک قسم کے **تخاطب** سے آزادی بخشنے کے لائق ہیں البتہ اُن کے ماسوا تمام **بنی آدم** کو رسالہ اجل الرضا کے غلط جواب بھی تسلیم کرنے میں نہ صرف تامل بلکہ سخت تحیر ہوگا اور کچھ عجب نہیں کہ بہاد اخلاف شان اعلیحضرت اُنکو سوء ظنی ہوجائے جس کے انسداد کی لحاظ شان **اعلیحضرت** نہایت ضرورت ہے اس بارے میں فقیر کا یہ خیال ہے کہ جیسا مصنفین کا عام قاعدہ ہے اعلیحضرت نے **چار** مضامین کے لئے **چار کاپیاں** مخصوص کی ہونگی۔ ایک علماء **دیوبند** کے رد کے لئے۔ دوسری علماء **بدایوں و رامپور** کے نامزد۔ تیسری حضرت **معین المہام** مدظلہ العالی کے جوابی خطوط کے لئے مخصوص۔ چوتھی **القول الاظہر** کے جواب کیلئے مقرر۔ ان چاروں کے جُداجُدا عنوان اُنکی لوح پر ثبت کرادیئے گئے ہونگے کہ جسکے متعلق جو مسودہ تیار ہوجاوے وہ اُسی کی مخصوص کاپی میں نقل کردیا جائے۔ اور اسطرح جب وہ کاپی مکمل رسالہ کی شکل میں آجائے تو اُس کو طبع کرادیا جائے۔ پس بہت ممکن ہے کہ تین اول الذکر مسودات مرتب ہونے کے بعد اعلیحضرت نے نقل کا حکم صادر فرمادیا ہو جس کا یہ مطلب تھا کہ یہ تین مسودے اپنی اپنی مخصوص کاپیوں میں نقل کردیئے جاویں لیکن سوء اتفاق سے کاتب نے سہواً ان

---

۵ اعلیحضرت کے مشنری اطراف ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ اعلیحضرت کے احکام کی جابجا تبلیغ و اشاعت ان کا کام ہے۔ یہ لوگ گو خود علم سے محض ناآشنا ہوتے ہیں جن کا مبلغ علم کل یہ ہوتا ہے کہ اعلیحضرت کے مُردہ رسالے اس طرح پڑھ دیں کہ فی سطر کم از کم دس جگہ غلطیاں ضرور کرجائیں لیکن علماء ربانیین کی تکفیر و توہین انکا شعار اور اُنکی تضلیل و تفسیق اُنکا دثار ہے جس سرزمین میں جہالت عروج پر ہوتی ہے وہاں انکے قدم خوب جمتے ہیں۔ اور جس خطہ پاک میں علمی چرچا ہوتا ہے اُس طرف لوٹ تو یہ حضرات رُخ نہیں کرتے کیونکہ گو علوم سے واقف نہیں لیکن اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اور اگر غلطی سے وہاں پہنچ جاتے ہیں تو اپنے واہی تباہی مضامین کے باعث تمغۂ شہر بدری ضرور حاصل کرلیتے ہیں۔ اعلیحضرت کے ایک مشہور فرسٹ کلاس مشنری تو بلیغ باشی ہوگئے جن کی زبان اُن کے دل کی زیادہ عالم تھی۔ اُنہوں نے کئی بار شہر بدری کے علاوہ کئی مرتبہ سزایابی کا بھی فخر حاصل کیا تھا۔ مشنری سیکنڈ کلاس درجہ دوم، کلکتہ میں مقیم ہیں۔ یہ بزرگ وہاں اپنی جماعت کے لال گرو ہیں۔ آپ کی وعظ گوئی منجانب سرکار داخل جرم ہوچکی ہے۔ آپ کا جہل ہندوستان کے تمام عالموں کے علم سے بڑھا ہوا ہے۔ ان کے ماسوا تمام مشنری تھرڈ کلاس ہیں۔ اُن میں سے ایک مشنری اجمیر شریف میں مقیم ہیں جن کو فتنہ انگیزیوں و اہل علم کی غیبتوں کیلئے خداداد فرصت حاصل ہے۔ آپ کو اسلامی و علمی ریاست ٹونک سے شہر بدری کا شرف حاصل ہوچکا ہے۔ بعض جہال کے (چشم بد دور) آپ نور نظر ہیں ۔

محی الدین کان اللہ لہ

ف بریلوی صاحب کے خاص الخاص مشنری۔ ف بریلوی صاحب کی اندرونی سوسائٹی کا ناول

تمام مسودات کو اُس کاپی میں نقل کر دیا جو القول الاظہر کے جواب کیلئے مخصوص تھی جس کا ہنوز مسودہ بھی تیار نہ ہوا تھا۔ اور بعد نقل بغیر مشورہ اعلیحضرت اُس کو طبع کرا دیا اسوجہ سے یہ نوبھی بات پیدا ہو گئی کہ اوپر چہرے پر تو بیدہر قوم کہ (القول الاظہر کا رد بلیغ) اور رسالہ میں دیکھو تو کہیں غلط۔ بدایوں کا رد کہیں علمار رامپور و دیوبند کا رد کہیں حضرت مولانا معین الدین صاحب مدظلہ کے خطوط پر تنقیدی نظر۔ لیکن القول الاظہر کا اُس میں نہ جواب نہ اُسکے کسی مضمون کی تردید۔ نہ اُسکے مصنف سے تخاطب۔ اہل تاویل سے ناظرین کی حیرت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اُدھر بے ربطی کا بدنما دھبہ جو اعلیحضرت کے دامن پر لگ گیا تھا دھل گیا۔ لیکن اب اعلیحضرت کو چاہیئے کہ وہ کسی پر اعتماد نہ کیا کریں ورنہ آئے دن اس قسم کی بے تکی صورتیں پیدا ہونے سے خلقت کی نظروں میں بے وقعتی کا سخت اندیشہ ہے۔ ان سفہار کا تو کچھ بگڑتا نہیں جو بے سوچے سمجھے بغیر مشورہ اعلیحضرت اندھا دھند ایسی حرکات کر بیٹھنے کے عادی ہیں۔ لیکن اعلیحضرت کی حاصل کردہ عظمت (جو تمام عمر کی جانفشانی کا نتیجہ ہے) اُنکے کرتوتوں خاک میں ملجاویگی۔ اس تاویل کے بعد اگر حیرانی ہے تو صرف اس قدر کہ یہ جملہ (مجاہیل یا جہلہ سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق) القول الاظہر سے کس حد پر تعلق ظاہر کر رہا ہے۔ سو اسکا جواب سہل ہے کہ یہ جملہ مقطع میں آ پڑی تھی سخن گسترانہ بات کے قبیل سے ہے۔ البتہ چونکہ اس فقرہ کا تعلق خاص ہماری ذات سے ہے گو کہ کسی اجنبی رسالہ میں استطراداً آگیا اس وجہ سے ہماری تمام تر توجہ اسی پر مبذول ہو گی کہ ہماری قسمت میں کامل ڈیڑھ سال انتظار کے بعد رسالہ کے جواب کے بدلے صرف یہ فقرہ لکھا ہوا تھا۔ ہم اسی پر قناعت کرکے اس فقرہ کی ایسی توضیح کرینگے کہ اسی کی ضمن میں اعلیحضرت کے نہ صرف جنس عقدے حل ہوں گے بلکہ اُنکی سوانح حیات اور بعض مخصوص فضائل پر بھی کافی روشنی پڑ جائیگی۔ اور اس لحاظ سے یہ رسالہ نہ صرف علمی ہے بلکہ ایک اچھوتے روزگار کے صحیح خاکہ ہونیکا شرف بھی اپنے اندر مضمر رکھتا ہے۔ یہ مجد و شرف اس رسالہ کو محض اس فقرہ کی بدولت حاصل ہوا۔ اور اسلئے ہم اعلیحضرت کے شکر گذار ہیں کہ اُنھوں نے وہ فقرہ لکھ کر ہم کو نہ صرف ممنون بنایا بلکہ اس خدمت پر مجبور محض کرکے تمام ابنار عصر میں ہمکو شرف امتیاز بخشا۔ چونکہ یہ فقرہ مغلق و مبہم ہے اسکی توضیح کے لئے چند ابواب کا انعقاد ضرور جس سے اعلیحضرت کے وہ حالات جو ہنوز پردہ ظلمت و تاریکی میں ہیں نظر عام میں آجاویں گے اسوجہ سے ہر باب کو تجلی سے تعبیر کرنا مناسب۔

تجلیٔ اوّل

اس فقرہ (مجاہیل یا جہلہ سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق) میں دو دعوے ہیں۔ اوّل یہ کہ مجاہیل یا جہلہ سے خطاب کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ دوم یہ کہ یہاں کی شان اسقدر عظیم ہے کہ مجاہیل یا جہلہ سے نفس خطاب موجب ننگ و عار ہے۔ دوسرے دعوے کے متعلق بحث کی اسوجہ سے ضرورت نہیں کہ یہ جہل مرکب (تو بہ توبہ) علم بسیط اعلیحضرت کا مدار زندگی ہے۔ ایسی حالت میں ہم کیوں اُنکے علم بسیط کا خاتمہ کرکے اُنکی زندگی کا خاتمہ کریں۔ البتہ بحث طلب پہلا دعویٰ ہے کہ ہم اپنی جہالت اور خصوصاً مجہولیت کے جرم کے باعث خطاب سے کیوں محروم کئے گئے جبکہ نہ صرف دل سے استفادہ کیلئے حاضر ہیں کیا اعلیحضرت کے حواری سب کے سب اعلیحضرت کی طرح معروف یا عالم ہیں کہ اُن سے آئے دن خوب مخاطبہ ہو تا رہے اور ہم سے اس قدر بدکیں کہ مخاطبہ کا نام لینا داخل جرم ہو۔ حواریان اعلیحضرت کو صریح مخاطبہ سے بھی آج تک کوئی معتد بہ فائدہ حاصل نہ ہوا لیکن ہم کو صرف ایک ہی مخاطبہ (جو اتفاقاً دبے پردہ ہوا ہے) اسقدر فائدہ ہوا کہ اُسکا عشر عشیر بھی کسی حواری کو نہ ہوا ہوگا۔ اسی وجہ سے اعلیحضرت کی خصوصیات و کمالات تاریکی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے اعلیحضرت کے حواریو! لو آؤ! ہم تمکو اعلیحضرت کے کمالات سے روشناس کرائیں۔ تم نے ساری عمر اُنکے ساتھ صحبت اور مخاطبہ میں گذار دی پھر بھی اُنکے کمالات سے بیخبر رہے اور ہم پر صرف ایک ہی مخاطبہ کی بدولت تمام کمالات و خصوصیات کا انکشاف ہو گیا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

خصوصیت ۱۔ بند خلاصی۔ جب اعلیحضرت مولانا لائلپوری مخالف کے جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اپنی بند خلاصی کے لئے اصل دعوے چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اسی کو دیکھئے کہ اذان خارج مسجد پر کسقدر زور دیا کہ اس کے اجرار پر سو شہیدوں کا اجر تقسیم کر بیٹھے اور اپنی خوشی میں اسکے متعلق چھاپ دیا کہ سنت مؤکدہ ضمناً مسجد کے متولیوں اماموں مؤذنوں کو سو شہیدوں کے ثواب

اور بدیا بی دربار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت۔ اس بے سروپا دعوے کے جوش میں یہ جوہر کمال دکھایا کہ اُمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علماء بدعت وگمراہی کے گھاٹ اُتار دیئے گئے اور بعض کو تمغہ تکفیر تک پہنا دیا گیا جب علماء بدایوں کا تحت وار آشکارا ہوا تو سد الفرار صفحہ ۱۲ میں اس دعوے کی اسطرح نوار کیا۔ دوسرا افترایہ کہ میں نے بجزم ویقین نسبت قطعی کی کہ زمانہ رسالت وخلافت میں یقیناً خارج مسجد تھی۔ حالانکہ نہ یہ الفاظ ہمارے کلام میں نہ قطع جزم کی حاجت فرعی احکام میں۔ لیجئے اعلیٰحضرت نے بند خلاصی تو کرلی مگر ساتھ ہی اسکے اپنی چنائی آپ ہی ڈھائی۔ یا تو یہ شور اشوری کہ اذان خارج مسجد سنت اور اندرون مسجد بدعت۔ اور یا یہ بے تکی کہ یہ فرعی حکم ہے ہمکو اسکا یقین تو کیا جزم بھی نہیں۔ جب یہ حالت تھی تو دنیائے اسلام میں یہ فتنۂ کبریٰ نہ معلوم کس مصلحت سے برپا کیا جس مسئلہ میں جزم تک حاصل نہو اس کی وجہ سے فتنۂ عظیم برپا کردینا صرف اعلیٰحضرت کا حصہ ہے (۳) القول الاظہر میں روشن دلائل سے جب یہ ثابت کردیا کہ اذان خطبہ کے اندرون مسجد ہونے پر اجماع ہے تو اُنکا جواب اعلیٰحضرت سے نہ بن پڑا اور نہ اُن دلائل قاہرہ کی زد سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر آئی اسوجہ سے طالب علمانہ سوالات کی اسطرح بنیاد ڈالی کہ ائمہ نے اجماع کی کیا تعریف فرمائی۔ اسطرح اعلیٰ حضرت کی بند خلاصی ہوگئی۔ اب حیرانی ہے تو صرف یہ کہ ہم اسکو نقض کہیں یا معارضہ جب اعلیٰحضرت نقض اجماع کے درپے تھے تو کوئی بات ایسی پیش کی ہوتی جس سے اجماع کا خرق یا اُس کا ابطال ہوتا۔ نہ یہ کہ طالب علمانہ سوال وارد فرمادیا کہ بتلاؤ تو سہی کہ ائمہ نے اجماع کی کیا تعریف فرمائی۔ اس پر یہ فخر کہ ہم نے نقض اجماع کے متعلق میں سوالات کیے کیا اعلیٰحضرت نے اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی کہ نقض واستفسار میں فرق کر سکتے۔ یہ ہے وہ سوال جس سے سوالات کا آغاز ہوا ہے۔ انشاء اللہ فہم وعلم دیکھ اجماع کی محقق تعریف اور اسکے متعلق تدریجی تفصیلی بیان خصوصیت خود فراموشی ومجادلہ میں آتا ہے۔ اعلیٰحضرت مضطرب نہوں۔ اب تو یہی ٹھہر گئی ہے کہ اعلیٰحضرت طالب علمانہ سوال کیے جاویں اور ہم اپنے کو جواب کیلئے وقف کردیں۔ **خصوصیت ۲۔ الزام بمالم یلتزم**: یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہو۔ نہ شرعاً عرفاً اُسکا لزوم ہو اسکو اپنے مخالف کے سر تھوپ دینا اعلیٰحضرت کی صفت خاصہ ہے۔ جسکا اکثر مواقع میں ظہور ہوتا رہتا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف دو مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ (۱) یہ ظاہر ہے کہ اعلیٰحضرت کے مخالف تمام علماء اذان اندرون مسجد ہونے پر بین یدی المنبر وبین یدی الخطیب سے استدلال لاتے ہیں اور عند الباب اذان کو اسکے منافی سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے سب نے بالاتفاق اُس روایت کا انکار کردیا جو بذریعہ محمد بن اسحٰق مروی ہے جسمیں بین یدیہ کے ساتھ علی باب المسجد آیا ہے۔ اسی مقدس طائفہ علماء میں جناب مولانا عبد الغفار خانصاحب رامپوری بھی ہیں۔ اب اعلیٰحضرت کی بہار دیکھئے انہوں نے اپنے مقتل کذب وکید صفحہ ۱۱ میں جناب مولوی صاحب کو الزام اس طرح دیا۔ کہ اہل حق نے کتنا سکھایا کہ بین یدیہ کچھ ایسے ہی قرب سے خاص نہیں کہ اذان دروازہ پر ہو تو بین یدیہ نہ ہو۔ دیکھو صحاح ستہ سے سنن ابو داؤد شریف کی صحیح حدیث میں علی باب المسجد کے ساتھ بین یدیہ موجود ہے۔ کیا صحابی اہل زبان بین یدیہ کے معنی نہ جانتے تھے تم سمجھے۔ اسی کو الزام بمالم یلتزم کہتے ہیں۔ یعنی مولوی عبد الغفار خانصاحب سرے سے اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے اور اُس کے راوی محمد بن اسحٰق کو مجروح مانتے ہیں۔ اب اُن پر اس روایت سے یہ الزام کہ بین یدیہ وعلی باب المسجد منافی نہیں۔ طرفہ تماشا ہے۔ وہ صاف کہدینگے کہ علی باب المسجد۔ بین یدیہ کے بالکل منافی ہے اور جس روایت میں دونوں کا اجتماع ہے وہ پایۂ اعتبار سے ساقط۔ اعلیٰحضرت کی حکومت وزبردستی ملاحظہ ہو کہ جس روایت کا انکار کرکے مولوی صاحب بردو میں منافات قرار دے رہے ہیں۔ آپ اُسی روایت کو منافات کے ابطال میں پیش کررہے ہیں۔ اعلیٰحضرت کے طور پر محل نزاع ہوسکتا ہے۔ اب اسکو خواہ نوع بشر تسلیم نہ کرے لیکن اعلیٰحضرت کے خود ساختہ قانون میں یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۲) القول الاظہر میں اذان خطبہ کے داخل مسجد ہونے پر جہاں اور دلائل قاہرہ پیش کیے تھے وہاں مراقی الفلاح کی اس عبارت سے بھی اُس کی تائید کی تھی۔ والاذان بین یدیہ کالاقامۃ جری بہ التوارث۔ جس سے داخل مسجد اذان کا نہ صرف ثبوت ہوا تھا بلکہ

اُسکا اجماعی ہونا مثل آفتاب روشن ہوگیا تھا اور اقامت کے ساتھ تشبیہ نے اُس میں تازہ روح پھونک دی تھی اب اعلیٰحضرت کا تجاہل عارفانہ ملاحظہ ہو۔ آپنے جرئی بہ التوارث کو نظر انداز کرکے یہ سوال گڑھا کہ ہمارے فقہائے کرام نے کہیں اس اجماع کا ذکر فرمایا۔ مطلب یہ کہ گو حب صریح صاحب مراقی الفلاح اذان داخل مسجد متوارث سہی لیکن خاص لفظ اجماع کا انہوں نے نہیں فرمایا۔ وجب تک کہ لفظ اجماع کی تصریح نہ ہو ہم بہ سائل رہنے کا حق حاصل اور ہمارا الزام قائم کہ مسئلہ کا اجماعی ہونا کسی کتاب سے ثابت نہوا۔ حالانکہ ثبوت اجماع کے لیے لفظ اجماع کا التزام نہیں کیا تھا نہ اس التزام کی ضرورت۔ کاش اگر تعصب و علم بسیط کا ناخنہ چشم اعلیٰحضرت کر دیا جائے تو اُن کو صاف نظر آسکتا ہے کہ توارث روشنی میں اجماع سے بھی بڑھ کر ہے اس تقریر سے سوال دوم کے ساتھ آگے سوال چہارم کا بھی خاتمہ ہوگیا جسمیں اجماع کی تعریف دریافت کرنے کے بعد ارشاد ہوا تھا کہ روحِ کلم پر اسکی تحقیق ہو ارشاد یہ تحقیق مراقی الفلاح کے القول الاظہر میں عرض کر دی گئی تھی۔ جس کا یہ فقرہ جرئی بہ التوارث اس [illegible] لیکن اعلیٰحضرت کی نظر عالی اس پر نہیں پڑی اور نہ [illegible] امید۔ امتداً انکی نظر کو نیچی کرے۔ خاصیت ۳۔ مغالطہ دہی یہ خاصیت اعلیٰحضرت کی تمام تالیفات کی جان اور روح رواں ہے یہ عامۃ الورود خصوصیت مثل مغالطہ عامۃ الورود دیگر خصوصیات کو بھی حاوی ہے اس کی مثالیں آپ کی تالیفات میں کثرت ہیں جس کے احاطہ کے لئے ایک دفتر بھی کفایت کی ضمانت نہیں دیسکتا۔ مجبوراً دو مثال پر اقتصار مناسب سمجھا گیا (۱) اعلیٰحضرت اپنے سد الفرار میں حضرات علماء بدایوں سے منہ اسطرح آتے ہیں۔ اول تو کہنا دور مضمر ہے۔ اس اذان کا حکم لایوذن کی خارج جاننا بحکم بنا اس پر موقوف کہ منبر بدیہہ عند کو دخول پر دال مانیں اور ان کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ مانیں اور داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ جاننا اس پر موقوف کہ اس اذان کو حکم لایوذن کی خارج مانیں۔ الٹ پلٹ کرتے خود اپنے نفس پر موقوف ہوگئی۔ اعلیٰحضرت کا دور بھی ماشاء اللہ تمام دوروں کا قبلہ گاہ و اعلیٰحضرت نکلا کہ جسکے دائرہ میں تمام دنیا آگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ اعلیٰحضرت کی طرح اگر اُن کے دور میں وسعت نہوئی تو پھر بات کیا ہوئی اب ناظرین اس دور کا تماشہ دیکھیں کہ کہاں تک اس کا دور حکومت ہے۔ ہم تمام بنی آدم کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قصر شاہی کی نسبت کہا کہ (اسمیں کسی شخص کے جانے کی اجازت نہیں) دوسرے شخص نے یہ خبر دی کہ (سلطان قصر میں رونق افروز ہیں) اب تمام نوع بشر سے سوال ہے کہ ان ہر دو شخص کی خبریں کیا باہمی متناقض ہیں۔ یا دور کے دائرہ میں آئی ہوئی ہیں۔ فقیر کے خیال میں انسان تو انسان حیوان کو بھی اگر نطق پر مقدرت ہو جائے تو اُس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ اس میں نہ تناقض ہے نہ دور۔ لیکن اعلیٰحضرت کے طور پر اسمیں دور ہے اسطرح کہ سلطان کا اس کلیہ (قصر شاہی میں کسی شخص کے جانے کی اجازت نہیں) سے خارج جاننا اس پر موقوف کہ خبر ثانی (سلطان قصر میں رونق افروز ہیں) کو دخول پر دال مانیں اور اُس کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ قصر شاہی کو صالح دخول سمجھیں اور اُسکا صالح دخول سمجھنا اس پر موقوف کہ سلطان کو اس کلیہ سے خارج جانیں۔ الٹ پلٹ کرتے خود اپنے نفس پر موقوف ہوگئی۔ لہذا ممکن نہیں کہ بحکم خبر اول سلطان کو اپنے قصر میں داخل ہونا نصیب ہو۔ دور کیوں جائیے خود اعلیٰحضرت پر بھی اس کا انطباق اس طرح ہو سکتا ہے کہ جب اعلیٰحضرت بیت الخلاء میں رونق افروز ہوں اُس وقت کوئی یہ حکم سنا دے کہ (اس وقت کوئی بیت الخلاء میں داخل نہیں ہو سکتا) دوسرا شخص یہ خبر دے کہ (اعلیٰحضرت بیت الخلاء میں رونق افروز ہیں) یہ خبریں تمام دنیا کے نزدیک صحیح تسلیم کی جا سکتی ہیں لیکن اعلیٰحضرت کے طور پر اس میں دور ہے اسطرح کہ اعلیٰحضرت کا اس کلیہ (اس وقت بیت الخلاء میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا) سے خارج جاننا اس پر موقوف کہ خبر ثانی (اعلیٰحضرت بیت الخلاء میں رونق افروز ہیں) کو دخول پر دال مانیں اور اُس کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ بیت الخلاء کو صالح دخول سمجھیں اور اُس کا صالح دخول سمجھنا اس پر موقوف کہ اعلیٰحضرت کو اس کلیہ سے خارج جانیں۔ الٹ پلٹ کرتے خود اپنے نفس پر موقوف ہوگئی۔ لہذا اعلیٰحضرت عین دخول کی حالت میں اس مقام کی خارج

اعلیٰحضرت کے مسلک پر اجتماع نقیضین تک جائز لیکن نہیں صحیح تو یہ دور جسکے ایجاد کا سہرہ خاص اعلیٰحضرت کے سر بندھا ہے دیکھیے یہ دور کہاں کہاں گھومتا ہے۔ اس کم بخت دور نے اعلیٰحضرت کے تشخص میں بھی بٹہ لگا دیا۔ اور اُنکی اعلیٰحضرتی کو بھی مشتبہ کر دیا اس طرح کہ اگر کوئی انجان بریلی میں کہے کہ یہاں ایک اعلیٰحضرت رہتے ہیں جو کہ سید ہیں، اس پر دوسرا شخص کہے کہ یہاں کوئی اعلیٰحضرت نہیں، تیسرا شخص بولے کہ یہاں صرف ایک خانصاحب اعلیٰحضرت ہیں، ہمارے طور پر یہ بالکل صحیح ہے لیکن اعلیٰحضرت کے مسلک پر سراسر باطل و غلط ہے کیونکہ اس میں دور ہے اس طرح کہ اعلیٰحضرت کا اس کلیہ (یہاں کوئی اعلیٰحضرت نہیں) سے خارج ماننا اس پر موقوف کہ خبر ثانی (یہاں صرف ایک خانصاحب اعلیٰحضرت ہیں) کو بوجود اعلیٰحضرت پر دال مانیں اور اُن کے وجود ہی پر اسکو دال ماننا اس پر موقوف کہ اعلیٰحضرت کو اعلیٰحضرتی کا جامع مانیں اور اعلیٰحضرت کا جامع ماننا اس پر موقوف کہ اعلیٰحضرت اس کلیہ سے خارج ہو جائیں۔ الٹ پلٹ کر شے اپنے نفس پر موقوف ہو گئی۔ چلئے اعلیٰحضرتی کا خاتمہ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بلکہ اعلیٰحضرت کے دعوے کو بھی یہ دور درہم برہم کر کے رہا اس طرح کہ لایؤذن کو تمام اذانوں پر حاوی ماننا اس پر موقوف کہ بین یدیہ کو دخول پر دال نہ مانیں اور اس کو دخول پر دال نہ ماننا اس پر موقوف کہ داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ نہ جانیں اور داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ نہ جاننا اس پر موقوف کہ لایؤذن کو تمام اذانوں پر حاوی مانیں۔ الٹ پلٹ کر شے خود اپنے نفس پر موقوف ہو گئی۔ لیجئے اعلیٰحضرت کا دعوی بھی دور کے پھیر میں آ گیا۔ اعلیٰحضرت کا چونکہ دور دورہ ہے اُن کو اختیار ہے اپنے دماغ سے جسقدر چاہیں دور نکالیں کہ وہ ماشاء اللہ اس کا مخزن ہے لیکن ایسے دور کے دائرہ سے تو نکلیں جو کمبخت ان کے شخص کو بھی اپنے چکر میں لا کر اُس کا خاتمہ کر دے۔ **اصل بات** یہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے یہاں صریح مغالطہ دیا ہے وہ یہ کہ بین یدیہ و عند دخول پر دال ہیں اور انہیں کی دلالت پر مسجد صالح اذان ہو گئی۔ پس صلاحیت خود اس دلالت پر متفرع ہے نہ کہ اُسکا موقوف علیہ۔ اعلیٰحضرت نے متفرع و موقوف علیہ میں دیدہ و دانستہ فرق نہ کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا تھا لیکن مغالطہ آخر مغالطہ ہی ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اُس کا پردہ فاش ہو کر رہا۔ مسجد کا اذان کے لئے صالح ہونا یا نہ ہونا ہم کو نص ہی سے معلوم ہو گا۔ پس لفظ بین یدیہ و عند سے اس کا صالح ہونا ظاہر ہو گیا اور ساتھ ہی اُس کے یہ کہ لایؤذن کا یہ مخصص ہے نہ یہ کہ نص اپنی دلالت میں صلوح کی تابع ہو۔ اس قدر واضح بات کو اعلیٰحضرت نے کسقدر اُلجھایا ہے کہ العیاذ باللہ۔ نہ معلوم ہمارے مقدس اعلیٰحضرت کو یہ کس نے مشورہ دیا کہ مغالطہ کیلئے خاص دور کو تجویز کریں۔ کیونکہ اعلیٰحضرت ایک عرصہ ہوا فنون عقلیہ کو بزعم خود طلاق مغلظ دے چکے۔ پس جس فن سے ناآشنائی ہو اُس میں دخل دینے سے سوائے اس کے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ لہذا اعلیٰحضرت خواہ مغالطہ دہی ترک نہ فرمادیں لیکن جن فنون کی اُنکی بارگاہ تک رسائی نہ ہو اگر اُن سے کنارہ کش رہیں تو اس میں بڑی مصلحت ہے۔ مشورہ دینے والوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ (۲) القول حضرت کی اس عبارت تواتر اجماع کی ایک قسم ہے کسی کام پر اجماع ہو گیا تواتر بعمل یا کسی عمل پر اتفاق ہو گیا اجماع کہلایا پر سوال ہمارا فرماتے ہیں کہ یہ تقسیم و تعریف کتب معتمدہ اصول میں ہے یا تازہ ایجاد۔ اگر ہے تو کہاں۔ پھر غایت جوش میں آ کر اسی کو حاشیہ

ے جناب مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی ایکبار اعلیٰحضرت سے ملاقی ہوئے دونوں میں باہم یہ گفتگو ہوئی (اعلیٰحضرت) آپ نے کتب درسیہ بالاستیعاب کہاں پڑھیں۔ (مولانا) اکثر کتب درسیہ حضرت مولانا عبد المقتدر (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں تمام کیں بعض کتب عقلیہ کا استفادہ حضرت مولانا حکیم برکات احمد مدظلہ العالی سے کیا۔ (اعلیٰحضرت) ہمنے تو فنون عقلیہ کو طلاق مغلظہ دیدی جب ہم اُنکی طرف ہم التفات نہیں کیا۔ (مولانا) جن فنون کو آپ نے طلاق مغلظہ دیدی انکا حلالہ ٹونک میں ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کی حکایت کی طرف اشارہ ہے

ے جواب سوال سوم ۱۲

بریلوی صاحب کا دخل در معقولات

ہیں اس طرح دہراتے ہیں۔ یہ یہاں بحث الوہی نقل و تسلیم ہو رہا ہے تقسیم و تعریف القول الاظہر کے صفحہ ۲۶ پر ہے۔ القول الاظہر میں تواتر
و اجماع دونوں کی عظمت شان اس طرح ظاہر کی تھی کہ اکابر صحابہ وہ تھے کہ جمیع امت محمدیہ کے نزدیک ان دونوں کی وقعت اسقدر ذہن نشین
ہو گئی کہ مقابلہ میں احادیث احاد تک تسلیم نہیں کرتے جیسے کہ روایت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقابلہ
کتاب اللہ تسلیم نہیں کیا کہ اس کا ایک ایک حرف متواتر ہے یہی حال اجماع کا ہے کہ وہ بلا اجماع امت محمدی کے نزدیک ایسا ہی مقبول
ہے جیسے تواتر۔ اس مقبولیت میں دونوں شریک ہیں اور یہ مقبولیت دونوں کے لئے بطور لازم عام ہے۔ یہاں اعلیحضرت نے مغالطہ دہی کی
خاطر صرف یہ کیا ہے کہ القول الاظہر کی اول و آخر عبارت کو ساقط کر کے بیچ کا فقرہ نقل فرما دیا اور اس طرح اس شاعر کے بھائی بن گئے
جس نے یہ کہا ہے کہ لا تقربوا الصلوٰۃ تو نہیم بجا طراست و در امر یا۔ مدہ کلوا و اشربوا۔ یہاں مقصود صرف یہ تھا کہ جسطرح تواتر
کے انکار کی گنجائش نہیں یہی حال اجماع کا ہے۔ پھر اس کے بعد ہر ایک میں باہمی مناسبت اس طور سے ظاہر کی تھی کہ ہر ایک دوسرے
پر صادق بھی آتا ہے گو جانبین سے صدق کلی نہ سہی اور گو بعض موارد میں اطلاقات کے اعتبار سے کچھ فرق سہی لیکن صدق جزئی
مواضع خاصہ میں ہر ایک کے دوسرے پر اطلاق سے ہر دو میں مناسبت تامہ ظاہر ہے۔ یہی صدق جزئی اور مناسبت خاص کے
لحاظ سے تواتر کو اجماع کی قسم قرار دیا گیا تھا جیسے حیوان کو قسم ابیض کی قرار دیتے ہیں حالانکہ صدق کلی جانبین سے مفقود اور نسبت
عموم خصوص من وجہ موجود۔ بلکہ خود یہ نسبت (عموم خصوص من وجہ) اس پر صراحۃً دال کہ ہر ایک دوسرے کا مقسم بھی ہے اور اسکی
قسم بھی۔ پس جبکہ حیوان باوصف تبائن مفہوم محض صدق جزئی کی بنا پر ابیض کی قسم قرار دیدیا گیا تو تواتر نے کیا قصور کیا ہے کہ اس
پر اجماع کا اطلاق جرم ہو جس کو ہر قرن میں بالاجماع امت محمدی نے نقل کیا ہو جیسے کتاب اللہ کا ایک ایک حرف۔ ہر تواتر میں گفتگو
نہیں نہ ہر اجماع میں کلام۔ بعض موارد میں محض تصادق و اجتماع قسم قرار دینے کے لئے کافی۔ یہاں نہ صدق کلی کا دعویٰ تھا نہ
ان دونوں کی تعریف مقصود نہ تعریف پر کوئی لفظ دال نہ خاص تواتر و اجماع شرعی میں کلام دونوں کے مشترک احکام عام طور
سے ثابت کئے گئے تھے اور ہر دو کے تمام نوع بشر کے نزدیک مقبول ہونے میں گفتگو تھی جس پر القول الاظہر کی عبارت صراحۃً دال
جس کا آغاز اسی مذکورہ بالا فقرہ کے بعد سے ہوتا ہے کہ عقل کو اگر قید مذہب سے آزادی بھی دیدی جائے تو وہ اجماع و تواتر کی
پابند نظر آئیگی۔ لندن و کلکتہ کے نہ دیکھنے والوں کو بھی ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دیکھنے والوں کو۔ اعلیحضرت نے اس عبارت کو جو اس
فقرہ سے بالکل متصل تھی حذف کر کے مغالطہ کو چار چاند اس طرح لگائے کہ اولاً تواتر و اجماع شرعی پر عبارت کو ڈھالا۔ ثانیاً ہم
پر یہ الزام قائم کیا کہ ہم دونوں کے لوازم عامہ و احکام مشترکہ نہیں بیان کر رہے ہیں بلکہ تعریف و تقسیم کر رہے ہیں۔ ثالثاً مقصود زیر بحث
کی طرف سے آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر بالائی اور خارجی باتوں میں اپنے خصم کو مشغول کرنے کی بنیاد قائم کی کہ اس قسم کی طالب علمانہ کج بحثی
و طفلانہ کٹ حجتی ہی میں وقت تمام ہو جائے اور اس طرح اُن کے مغالطے و تلبیسات بدستور پردۂ خفا میں رہیں۔ رابعاً اس سوال
استفسار کا نام نقض اجماع رکھا۔ گویا آپ نے نہ خدا محض ایک طالب علمانہ سوال کیا تراشا کہ دنیا کے پردہ سے اجماع اٹھ گیا اور
مخالفین کے ہاتھوں سے قلم چھوٹ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اے صنعت مغالطہ دہی نے مربی و سرپرست اعلیحضرت کے
جان کی خیر منا۔ ورنہ ان کے بعد تو محض لاوارث و یتیم رہجاویگی اور پھر تجھ کو اس طرح دنیا میں فروغ دینے والا میسر نہیں آویگا۔ تو
بڑی خوش نصیب ہے کہ تجھے بھاگوں ایسا قدر دان تجھ کو ملا کہ جس کی نظیر نہ پیشتر تھی نہ آئندہ اسکی امید۔ ان کی ظل عاطفت کو غنیمت
جان کہ یہ تیرا دور اقبال ہے۔ پھر نہ معلوم آئندہ تیری کیا گت ہو۔ خصوصیت ۴۲ بہتان طرازی۔ حل الرضا میں ارشاد
ہے۔ صفحہ ۱۵ میں مسئلہ اجماع کے قطعی ہونے صفحہ ۲۲ میں یقیناً حجت ہونے صفحہ ۳۰ میں اجماع صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ہونے
صفحہ ۹ میں مثل اجماع اذان و صلوٰۃ ہونے کا دعویٰ ہے کہ وہ رد ہو تو کسی اجماعی مسئلہ حتیٰ کہ نماز پر اطمینان نہیں رہ سکتا ان دعوؤں

ملک جواب سوال پنجم و ششم و ہفتم ۱۲

پر بہت کافی ہرشاد ہو۔ اول الذکر تین سوالوں کے جوابات القول الاظہر میں مشرح طور پر مذکور ہیں اگر پہلی مرتبہ چشم اعلیحضرت سے مخفی رہے تو ثانیا اس پر نظر توجہ ڈالنے کی زحمت گوارا کیجاوے ممکن ہے کہ باوصف ضعف بصارت نظر آجاویں بشرطیکہ بصیرت بھی اسکا ساتھ دے۔ اعلیحضرت کی سہولت کے لئے اس مقام پر صرف اس قدر گذارش ہے کہ براہ کرم عبارت مراقی الفلاح والاذان بین یدیہ کالاقامۃ جری بہ التوارث اور خود اپنی پیش کردہ روایت (جس میں عہد شیخین رضی اللہ عنہما تک اذان علی الباب کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے) اور حافظ ابن حجر کی عبارت پر (جسمیں مؤرخانہ ومحققانہ طور سے بتایا ہے کہ اذان خطبہ داخل مسجد ہوتی چلی آئی ہے) و نیز اسکی بھی تصریح ہے کہ یہ عہد عثمانی سے ہے کہ جس سے عہد شیخین تک تم سلسلہ کا بھی راز معلوم ہو گیا ہے اس میں محض اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اذان اندرون مسجد کی مصلحت کا بھی بیان ہے نظر ثانی ڈالئے آپکے تینوں عقدے اسی سے حل ہو جائیں گے۔ اور پھر ہم سے سوال و استفسار کی نوبت نہیں آئیگی کیونکہ اس کی تشریح القول الاظہر میں کامل طور سے ہو چکی ہے لیکن کبر سنی کی وجہ سے جو اعلیحضرت کی بصارت و بصیرت میں قدرتی طور پر اضافہ ہو گیا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے تجلی دوم میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کی توضیح کر دینگے۔ اعلیحضرت مضطرب ہو رہے ہیں یہ بات کہ اذان خطبہ داخل مسجد کو القول الاظہر میں مثل اذان وصلوۃ قرار دیا گیا ہے یہ محض افترا ہے۔ البتہ اعلیحضرت کی اس بے ہنگام روش کے انسداد کیلئے جو تمام دنیائے اسلام کے خلاف نمودار ہوئی ہے یہ عرض کیا گیا تھا کہ اگر انہیں بعض کے مجرد قول و فتوے پر ایسے زبردست اجماع نیست و نابود ہو سکتے ہیں تو پھر کسی اجماعی مسئلہ پر اطمینان باقی نہیں رہ سکتا۔ عام مسلمانوں پر اس کا نہایت برا اثر پڑیگا۔ مبادا کہیں وہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ نفس صلوۃ و اذان پر جو اجماع ہے کہیں یہ بھی مصنوعی نہو۔ کیجئے ارادہ تو کیا تھا احیاء سنت کا اور ہو گیا یہ کہ اب فرض و واجبات کے بچنے کی بھی خیر نہیں ہے۔ کجا یہ بات کہ اسکا عام مسلمانوں پر برا اثر پڑیگا اور کجا یہ افترا کہ مثل اذان وصلوۃ ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور پھر زیادہ جرأت ہے کہ مطالبہ دلیل۔ لطف یہ کہ اسی کے بعد متصلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت سے اسکو اس طرح مدلل کیا تھا کہ دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مبادا حدیث العہد بالاسلام قوم اسلام کو خیر باد نہ کہہ دے خانۂ کعبہ میں کسی قسم کا تصرف نہیں فرمایا اور حطیم کو بدستور اس سے خارج رہنے دیا۔ اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کو بھی وہیں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ فساد عظیم کے دفع کرنے کے لئے چھوٹا موٹا فتنہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ تبویب بخاری بھی اسکی رہبری کر رہی ہے۔ اب کہئے اس بیان سے اذان خطبہ اندرون مسجد ونفس اذان وصلوۃ میں فرق سمجھا جائیگا یا اعلیحضرت نے جو بات دماغ سے نکالی وہ سمجھی جائیگی کہ دونوں ایک ہوگئے۔ اس مقام پر صرف مسلمانوں کی عام حالت پر نظر کر کے ان کی **سنت جدیدہ** کا استیصال مد نظر تھا کہ اگر وہ خدانخواستہ صحیح بھی ہوتب بھی اعلیحضرت کو ایک بڑے فتنہ کا لحاظ کر کے سکوت اختیار کرنا چاہیئے تھا جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اگر اعلیحضرت کو انصاف سے روشناسی ہوتی تو وہ اسی سے اذان خطبہ اور نفس اذان وصلوۃ میں فرق سمجھ لیتے کہ انکی **مخترعہ سنت** کو فتنۂ صغریٰ اور اسکی وجہ سے نفس اذان وصلوۃ پر اطمینان نہ رہنے کو فتنۂ کبریٰ قرار دیا ہے۔ یہ ہیں اعلیٰ حضرت کے تصرفات (العیاذ باللہ) ممکن ہے اعلیحضرت یہ سمجھے ہوں کہ توجہ و لحاظ کے لئے دونوں فتنوں کا ہم رتبہ ہونا ضروری ہے تو اس خیال پاک سے حدیث **بخاری** رد ہوگئی کہ اس میں فتنوں کی برابری نہیں ہے۔ **خصوصیت ۵۔ خروج از دائرۂ بحث**

جب اعلیحضرت جواب سے عاجز و درماندہ ہو جاتے ہیں تو مبحوث عنہ کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں کہ مبادا کہیں حق ظاہر ہو جائے تو لوٹ لینے کے دینے پڑیں۔ اعلیحضرت نے جب دیکھا کہ عام طور پر کتب احناف میں بین یدی المنبر و عند المنبر و علی المنبر موجود۔ اور انکا تراشیدہ خیال علی باب المسجد سب میں مفقود۔ ایسی بے بسی کی حالت میں اعلیحضرت بجز اسکے کیا کرتے کہ فقہاء احناف بلکہ امام شافعی و فقہائے شافعیہ و امام احمد بن حنبل و جمیع حنابلہ کا ساتھ چھوڑ کر امام مالک کا (بزعم خود) دامن پکڑ لیا کریں چنانچہ اجل الرضا صفحہ ۱۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرات کرام مالکیہ اور خود ائمہ امام سیدنا امام مالک رضی اللہ

۹ بریلوی صاحب کا صریح جھوٹ

عہ جواب سوال ہشتم

تعالیٰ عنہ کہ ربع اسلام میں کیا اُن کے خلاف کے ساتھ کوئی اجماع منعقد ہو سکتا ہے۔ بیشک اگر اس عبارت کی اس قدر ضرور واضح ہو گیا
کہ بجز امام مالک رضی اللہ عنہ و حضرات مالکیہ تمام ائمہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم و جمیع فقہا اس امر پر متفق
ہیں کہ اذان خطبہ اندرون مسجد ہونا چاہئے۔ اب اعلیٰحضرت کو اذان داخل مسجد میں کیا عذر ہے جبکہ وہ حنفی ہیں اور سیدنا امام ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کے مقلد۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص مسئلہ میں وہ مالکی ہیں یا مجتہد کہ کسی امام کی پیروی سے سروکار نہیں رکھتے۔ اور اگر خدانخواستہ
اس مسئلہ میں بھی مقلد امام ابو حنیفہ ہیں تو پھر نہ معلوم حضرات کرام مالکیہ کا ذکر بے محل چھیڑنے اور دائرہ بحث سے خارج ہونے میں اُن کو
کیا فائدہ حاصل ہوا۔ بجز اس کے اذان خطبہ داخل مسجد پر ایسا اجماع نہیں ہے جیسا کہ نفس صلوٰۃ پر ہے اس کا کون قائل ہے لیکن جبکہ اعلیٰ
حضرت حنفی ہونے کی وجہ سے ایسے مسائل پر بھی عامل ہیں کہ جنکے قائل صرف امام اعظم ہیں اور باقی ائمہ انکو تسلیم نہیں کرتے تو اذان خطبہ
داخل مسجد انکی زیادہ تر مستحق ہے کہ اس پر عمل کیا جاوے کہ اسمیں حضرت امام اعظم کے ساتھ امام شافعی و امام احمد بھی ہیں۔ کیا عمل کے
لئے یہ شرط ہے کہ ائمہ اربعہ کا اتفاق و اجماع اس پر ہو ورنہ قابل عمل نہیں۔ اگر یہ ہے تو پھر اذان خارج مسجد پر بھی عامل نہ ہو جئے کہ انکے
قائل بزعم اعلیٰحضرت صرف امام مالک ہیں۔ یہ گفتگو اعلیٰحضرت کے زعم پر تھی ورنہ حضرت امام مالک و حضرات مالکیہ کا خلاف بھی
قابل تسلیم نہیں جب تک کہ انکی کتب معتبرہ سے حوالہ نہ دیا جاوے۔ بے در ہوا باتوں سے کام نہیں چلتا۔ خوبی قسمت سے ہم بارگاہ تجدید میں اعتقاد
راسخ عقیدہ بھی نہیں کہ انکی ہر بے سند بات پر انکے حواریوں کی طرح ایمان لے آویں۔ خصوصاً جبکہ حضرات مالکیہ کی تصریح اعلیٰحضرت
کے خلاف موجود۔ چنانچہ شرح زرقانی مالکی میں ہے۔ ثم اذا اذان بجماعۃ طلبت غیر بانخرس وقتی ولوجمعۃ صادق بالاول والثانی
فان کلواحد منھما سنۃ والثانی اولا لانہ الذی کان بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میں علی باب المسجد کا نام و نشان نہیں جو اعلیٰحضرت کو
مفید ہوتا۔ فاضل مدنی مولانا عبد الحق در شیلی مدرس مدرسہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی عبارت نقل کرکے اعلیٰحضرت کے خلاف
ڈگری دی تھی جس کا جواب اعلیٰحضرت سے صرف یہ بن پڑا کہ شرح خلیل کی عبارت صاف اُس کے مخالف ہے خوش فہمی سے اسے بھی نقل کر
ڈالا۔ اب یہ بات اعلیٰحضرت کے سینہ میں راز سربستہ کی طرح رہی کہ یہ عبارت فاضل مدنی کے خلاف کیوں ہے جب کسی طریق سے انکے
سینہ کی شرح ہوگی اُس وقت یہ راز سربستہ آشکارا ہو جائیگا ورنہ تشنہ زبان قلم سے امید نہیں کہ وہ اس باب میں کچھ لکھ سکے۔

خصوصیت ۶۔ مجادلہ یہ صفت اعلیٰحضرت کا آخری حیلہ ہے جب دیگر صفات سے کام نہیں چلتا تو پھر آخر الحیل مجادلہ پر
عمل کرتے ہیں۔ القول الاظہر میں حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری کی عبارت سے اذان داخل مسجد کا روشن ثبوت پیش کیا تھا
اعلیٰحضرت نے جب اپنے تمام کئے کرائے پر پانی پھرتے دیکھا اور ہر چہار طرف سے اپنے کو مجبور پایا تو مجادلہ کی اسطرح بنیاد ڈالی کہ ابن حجر
شافعی المذہب کی عبارت سے کہ صفحہ ۵ میں استدلال ہے اس میں ہذا محل ہے داخل مسجد کی طرف اشارہ ہے یا بین یدی الامام کی طرف
اول کی تعیین پر کیا دلیل ہے۔ اعلیٰحضرت من اول (داخل مسجد) کی تعیین پر وہ عبارت دلیل ہے جو القول الاظہر میں نقل ہوئی اور آپکی
نظروں سے اوجھل رہی اور اب پھر آپکے استفسار پر نقل کیجاتی ہے۔ وفیہ نظر فان فی سیاق ابن اسحٰق عنہ الطبرانی وغیرہ عن الزہری فی
ہذا الحدیث ان بلالا کان یوذن علی باب المسجد۔ دیکھئے اگر ہذا المحل سے داخل مسجد کی طرف اشارہ نہوتا تو پھر یہ لفظ بھی ہوتی۔ نظر کا
حاصل یہ ہے کہ داخل مسجد قریب منبر اذان ہونے کی جو حکمت مہلب نے بیان کی ہے کہ لوگ منبر پر امام کا جلوس معلوم کرکے خاموش
ہو جاویں یہ اس وجہ سے صحیح نہیں کہ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ حضرت بلال باب مسجد پر اذان دیتے تھے۔ اگر اعلیٰحضرت کے طور پر نظر کا
حاصل یہ ہونا چاہئے کہ بین یدی الامام اذان ہونے کی جو حکمت مہلب نے بیان کی ہے یہ سوجہ سے صحیح نہیں کہ ابن اسحٰق کی روایت میں
ہے کہ حضرت بلال باب مسجد پر اذان دیتے تھے۔ اب کوئی اعلیٰحضرت سے پوچھے کہ باب مسجد و داخل مسجد میں تو کھلی منافات ہے۔ اس طور پر
نظر مردود معقول ہے۔ لیکن بین یدی الامام و باب مسجد میں گو ہمارے طور پر منافات ہے اور اسوجہ سے اگر اشارہ بین یدی الامام کی طرف

ملاحظہ جواب سوال نہم۔

ہی تسلیم کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن آپ تو دونوں میں منافات تسلیم نہیں کرتے آپ کے طور پر نظر محض غیر معقول ہوگئی اسطرح کہ مہلب کا قول بھی بجائے خود صحیح اور اس پر نظر بھی صحیح کیونکہ مہلب نے اذان بین یدی الامام کی حکمت بیان کی جو آپ کے طور پر باب مسجد پر بھی ممکن ہے تب اس پر یہ نظر کہ ابن اسحق کی روایت میں تو علی باب المسجد آیا ہے مہلب کے قول کو کیا صدمہ پہنچاتی ہے۔ کیا علامہ ابن حجر سے یہ امید ہوسکتی ہے کہ اس قسم کی بے تکی نظر وارد کرکے اعلیٰحضرت کی طرح اپنا تماشا دکھائیں۔ البتہ اگر اعلیٰحضرت بین یدی الامام وعلی باب المسجد میں منافات تسلیم کریں اور بین یدی الامام کو دخول مسجد پر دال مانیں تو اب ہذا المحل کا اشارہ بین یدی الامام کی طرف بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ ورنہ خواہ اس کا اشارہ بین یدی الامام کی طرف ہو یا داخل مسجد کی جانب آنکے لئے زہر ہلاہل ہے شق اول میں نظر غیر معقول شق ثانی میں ہمارا مدعا حاصل۔ حق کی صولت اور اس کی جبروتیت ملاحظہ ہو کہ اعلیٰحضرت سے وہ بات استفسار کرادی جس سے بین یدی الامام وعلی باب المسجد میں منافات ظاہر ہوگئی جس کا انکو شدت سے انکار تھا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ (۳) القول الاظہر میں جبکہ اذان خطبہ کے داخل مسجد ہونے پر حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت سے اجماع ثابت کردیا گیا۔ ایسی حالت میں اعلیٰحضرت کے لئے بجز مجادلہ کوئی پناہ نہ تھی چنانچہ اسکا سہارا لیکر اجلی الرضا میں فرماتے ہیں کہ۔ بالفرض ہو بھی (یعنی اجماع) تو اس میں اجماع صحابہ کا کوئی لفظ ہے۔ یا محض اپنے خیال پر قطعیت ویقینیت کا دعویٰ صحیح ہوسکتا ہے۔ ہم کو اس کے جواب کی کیا حاجت جبکہ اعلیٰحضرت سد الفرار میں اپنے اس قول کی اس طرح تردید فرمادیں کہ اس کا ایک مزے دار جھنجلائی ادا میں جواب یہ دیا کہ فقہا نے عام حکم دیا ہے۔ خاص اس اذان کا تو نام نہ لیا یعنی قرآن عظیم میں ہزاروں احکام بصیغۂ عام ہوا کریں جو لتا کا خاص نام لیکر تو کوئی حکم نہیں۔ اب ہم بھی بطور اعلیٰحضرت کہتے ہیں کہ اس کا ایک مزے دار جھنجلائی ادا میں جواب یہ دیا کہ فثبت الامر علی ذلک وغیرہ الفاظ عامہ سے عام اجماع ثابت ہوا ہے خاص اجماع صحابہ کا تو نام نہ لیا۔ یعنی قرن اول و عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صدہا اجماع بصیغۂ عام منعقد ہوا کریں خاص اجماع صحابہ کا نام لیکر تو کوئی اجماع نہیں۔ کیوں اعلیٰحضرت کیسی کہی۔ اب تو خدارا حق کی طرف رجوع فرمائیے یا یہ ٹھہرالی ہے کہ ہم جس جس طریق سے اعتراض کریں یا جواب دیں ہمکو سراسر شایاں وزیبا۔ اور اگر یہی طریق دوسرا استعمال کرے تو سراسر ناموزوں و بیجا۔ ہاں یہ تو فرمائیے حافظ ابن حجر کی اس عبارت میں ثم لما زید الاذان الاول کان للاعلام وکان الذی بین یدی الخطیب للانصات جو اذان خطبہ کو انصات کیلئے قرار دیا گیا ہے اور اس کو زیادتی اذان پر متفرع کیا ہے زیادتی اذان کیا عہد شاہجہاں وعالمگیر میں ہوئی ہے یا عہد بابر وہمایوں میں۔ بینوا توجروا۔ اب تو اعلیٰحضرت کو واضح ہوگیا کہ زیادتی اذان کس عہد میں ہوئی اور کس نے اجماع کیا۔ اس پر بھی اگر سمجھ شریف میں نہ آیا ہو تو صاف سنئے کہ یہ زیادتی عہد عثمانی میں ہوئی اور اذان خطبہ جو اعلام کے لئے تھی۔ اب انصات کیلئے ہوگئی اور دونوں پر اجماع ہوگیا اور یہ ظاہر ہے کہ عہد عثمانی میں اعلیٰحضرت اور آنکے منتری نہ تھے بلکہ صحابہ کرام تھے جنھوں نے اجماع کیا ؂ جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ الخ۔ اعلیٰحضرت کے اصول پر نفس اذان اول بھی دائرہ اجماع سے نکل گئی کیونکہ اس کے لئے بھی صرف یہ جملہ وارد ہوا ہے کہ فثبت الامر علی ذلک۔ خاص لفظ اجماع صحابہ کا ذکر نہیں۔ اب جو شخص نفس اذان اول کے اجماع کو اپنے خودساختہ قانون سے رد کردے اس سے مسئلہ متنازعہ فیہا میں کیا شکایت دیکھئے اعلیٰحضرت کی بے پے ہنگام رفتار کیسے کیسے زبردست اجماعوں کا خاتمہ کرتی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا۔ خصوصیت ۱۰ حق پوشی۔ القول الاظہر میں اذان خطبہ داخل مسجد کے اجماعی ہونے کا ثبوت متعدد کتابوں سے دیا تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک روشن ثبوت کتاب مراقی الفلاح سے بھی پیش کیا تھا جس کی عبارت بقدر ضرورت اوپر نقل کی گئی۔ اعلیٰحضرت براہ حق پوشی ان تمام عبارات کو نظرانداز کرکے صرف علامہ ابن حجر کی عبارت کو اس طرح رد فرماتے ہیں کہ یہ بھی سہی (یعنی اجماع صحابہ) تو ایک ابن حجر کی نقل سے یقیناً اجماع ہونا کیونکر مانا۔ کتب اصول میں اجماع منقول احاد کا کیا حکم ہے۔ اب اس کا جواب وہ دے جس نے

؂ جواب سوال دہم ؂ جواب سوال یازدہم

بریلوی مذہب کی خودکشی

بریلوی مذہب نے جمعہ کی اذان اول ہی کا انکار کردیا

محض ابن حجر کی عبارت پر اکتفا کیا ہو۔ اعلیٰحضرت خواہ مخواہ ہمارے سر کیوں ہوتے ہیں جبکہ ہم نے علامہ ابن حجر کی نقل و کتاب فی الفلاح سے اجماع کا ثبوت اور دیگر کتب مثل عالمگیری و کشاف و مدارک سے اسکی تائید کی اور اب بیچ تعلق دوم میں اس کی مزید تائید کیلئے حاضر۔ رہا اجماع منقول احاد سو اس کی نسبت بھی علماء اصولیین کی رائے یہ ہے کہ وہ مثل حدیث احاد واجب العمل ہے گو ظنی ہی سہی۔ چنانچہ علامہ تفتازانی تلویح میں فرماتے ہیں۔ نقل الاجماع الینا قد یکون بالتواتر فیفید القطع وقد یکون بالشہرۃ فیقرب منہ وقد یکون بخبر واحد فیفید الظن ویوجب العمل لوجوب اتباع الظن بالدلائل المذکورۃ انتہی۔ اس مقام پر اعلیٰحضرت نے حق پوشی کیساتھ انصاف سے بھی کام لیا کہ جس مسئلہ کا انکو علم تھا اس کا ہم سے استفسار کر کے اپنی تسلی کرلی۔ اب یہ بات اور ہے کہ جواب مسئلہ نے انکو کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ اجماع منقول احاداً احادیث احاد کی طرح واجب العمل ثابت ہوا۔ اسکا اذان خطبہ اندرون مسجد پر یہ اثر ہوگا کہ وہ واجب العمل ہو جائیگی جس کے نام سے اعلیٰحضرت کو لرزہ آتا ہے۔ اس صورت میں اعلیٰحضرت کی حق پوشی نے بھی اظہار حق کردیا۔ فللہ الحمد سے وعالالزام بھکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ اب اگر اعلیٰحضرت کو شکایت ہے تو اس قدر کہ جس طرح بالاضطرار حق انکے قلم سے نکلجاتا ہے۔ اسی طرح اپنے اختیار سے بھی اسکا اظہار فرمایا کریں۔ **خصوصیت ۸۔ بادہ پیمائی** اعلیٰحضرت کو جب کچھ نہیں بن پڑتا تو بادہوائی باتیں شروع کر دیتے ہیں جنکی سند تو درکنار انکے وعدہ کا بھی اندراج اپنے رسالہ میں نہیں کرتے اور پھر نہایت کشادہ دلی کے ساتھ ایسی بے بنیاد بات کو ایسے پیرایہ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ جیسے یہ تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے اور جس طرح دو، دو، چار کا انکار نہیں ہوسکتا اسی طرح یہ بادہوائی بات بھی ہے۔ اس بساط بچھانے کے بعد یہ شاطرانہ چال چلتے ہیں کہ دیکھو اس بنا پر ہمارے مخالف کا دعویٰ رد ہوگیا۔ القول الاظہر میں جبکہ عبارت **فتح الباری** سے اذان داخل مسجد پر اجماع ثابت کردیا گیا تو اسکے نقض کی اعلیٰحضرت کو صرف یہ ترکیب سوجھی کہ انہیں **علامہ ابن حجر** کی طرف ایک غلط اور بے سروپا بات نسبت کر کے اجماع کا خاتمہ کردینا چاہیے۔ چنانچہ **اجل الرضا صفحہ ۲۰** میں فرماتے ہیں کہ یہی ابن حجر اسی فتح الباری میں جو ملک مغرب کا حال لکھتے ہیں وہ اس جزئی دعوے (جمیع بلاد اسلامیہ) اور صفحہ ۸ میں صریح تصریح (تمام عرب و عجم مشرق و مغرب) پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ اعلیٰحضرت کی اس تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سچ مچ ابن حجر نے فتح الباری کے کسی مقام میں کوئی ایسی بات اذان خطبہ کے متعلق تحریر کردی ہے جس میں اہل مغرب کا تعامل اعلیٰحضرت کے مطابق ہے۔ اب اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ آپ نے نہ فتح الباری کی کوئی عبارت نقل کی نہ اس عبارت کا خلاصہ پیش کیا نہ اتنی بڑی کتاب کی کسی جلد کا حوالہ دیا (جو کہ کامل تیرہ جلدوں میں ہے) نہ باب و فصل کی اطلاع دی نہ صفحہ کا نشان، یا ایک اڑتی ہوئی بات ارشاد فرما کر ہمپر یہ حیل وارد فرمادیا کہ وہ آپکے دعوے پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں ظاہر فرمایا کہ برا اثر ڈالتا ہے یا اچھا۔ اس کا استفسار بھی ہم سے ہے کہ تم اس اثر کی حقیقت بیان کرو۔ ہم تو سوال کرنے کے ذہنی ہیں۔ اجماع کا ثبوت بھی انکا خصم دے۔ مختلف کتب کی عبارتیں بھی انہیں کا خصم نقل کرے۔ آپ جو انہوں نے بادہوائی بات پیش کی ہے اسکی جستجو بھی ان کا خصم ہی کرے۔ پھر اس کا مطلب بھی انکا خصم بیان کرے۔ پھر جو اس پر احکام مرتب ہوں انکا اظہار بھی انکے خصم کے ذمہ۔ جب تمام اہم امور کی انجام دہی انکے خصم کے سپرد ہوگئی تو اب اعلیٰحضرت کے ذمہ کیا رہا بجز اسکے کہ انکا خصم انکے منہ سے انکے تمام سوالات پورے کرتا ہے اور یہ اس کی ایک بات بھی نہ مانیں۔ لطف بر لطف سمجھیے یا ستم بر ستم کہ القول الاظہر کے صفحات کا بڑے زور شور سے حوالہ دیا جاوے جو کل تین جز کا رسالہ ہے۔ چنانچہ اس سوال میں بھی صفحہ ۸ کا حوالہ مرقوم ہے لیکن فتح الباری جیسی عظیم الشان کتاب (کہ جو کامل تیرہ جلدوں میں ہے) اس کے صفحہ کا نام و نشان تو درکنار اس کی جلد تک کا حوالہ درج نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کے اظہار سے بھی دریغ۔ صرف اس کا اظہار کہ ابن حجر فتح الباری میں جو ملک مغرب کا حال لکھتے ہیں۔ اب اعلیٰحضرت سے کوئی پوچھے کیا وہ ملک مغرب کا جغرافیہ لکھتے ہیں یا وہاں کی مساجد کا نقشہ لکھتے ہیں یا وہاں کے علماء کی سوانح عمری لکھتے ہیں یا انکے عقاید کا حال لکھتے ہیں۔ کیا لکھتے ہیں

ـــــــــــــــــــــــــــــ

سے جواب سوال دوم دہم

نفاق؛ بریلوی صاحب کی الاضطرار اظہار حق

صفحہ ۵ بریلوی صاحب کی تحریف

اور کہاں لکھتے ہیں اعلیحضرت کو ترکیب تو خوب سوجھی کہ چلو آؤ تم بھی اتنی بڑی کتاب کا اپنے اثبات مدعا میں حوالہ دیدو لیکن نہ تو اُس کی عبارت نقل کرو کیونکہ درحقیقت اُن کے دعوے کے مطابق کوئی عبارت ہی اُس میں نہ تھی نہ اُسکے مضمون سے آگاہ کرو نہ جلد و صفحہ کا نشان بتاؤ ایک مبہم بات کہہ کر فتح الباری کی طرف نسبت کردو اور اپنے خصم کو اس طرح الزام دو کہ اگر تم فتح الباری کی ایک عبارت سے استدلال قایم کرتے ہو تو ہم بھی اسی فتح الباری سے اپنے دعوے پر استدلال لاتے ہیں۔ اب اس کی تحقیق کون کریگا کہ اُن کے خصم نے عبارت نقل کی۔ اُس کا مطلب سمجھا کر استدلال قایم کیا۔ اور یہاں صرف ہوائی ارشاد فرما کر مساوات کا دم مارا۔ جو اس سر کی سمجھیں گے وہ بنہایت قلیل ہیں۔ کم فہم جہلہ کی تعداد اعلیحضرت کے نصیبوں سے بدرجہا زائد ہے وہ حضرات قوت تمیز کے فقدان کے باعث اعلیحضرت اور اُن کے خصم کو ایک نظر سے دیکھینگے اور اُدھر اُنکا مخالف اس مبہم بات سے مرعوب ہوجائیگا سو الگ۔ کہ جب اعلیحضرت فتح الباری کا حوالہ دیتے ہیں تو کہیں نہ کہیں اسکی تیرہ ضخیم جلدوں میں کسی مقام پر علامہ ابن حجر نے اُنکے موافق کچھ ذکر کیا ہوگا ورنہ کیوں تحریر کرتے۔ اگر یہی منظور تھا تو اعلیحضرت ابہام کو اس سے زیادہ وسیع کرتے اور اس طرح فرماتے کہ (انہیں ابن حجر بلکہ امام ابو یوسف و امام محمد و امام غزالی و امام رازی و شمس الائمہ سرخسی وغیرہم نے اپنی بعض معتبر کتابوں میں جو ایک بات لکھی ہے وہ آپ کے اس جزئی دعوے پر کیا اثر ڈالتی ہے) تو اور لطف دوبالا ہوکر باعث مضحکہ ہوتا۔ اعلیحضرت کے اس تقابل کی صرف ایک نظیر ہم کو دستیاب ہوئی ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ **لطیفہ**۔ ایک خوش بیان شاعر کی ملاقات ایک زبان دراز جاہل سے ہوئی اور ان دونوں میں باہمی اس طرح گفتگو ہوئی۔ (**شاعر**) تم کون ہو (**جاہل**) تم کون ہو (**شاعر**) میں شاعر ہوں (**جاہل**) میں ماعر ہوں (**شاعر**) ماعر کس کو کہتے ہیں (**جاہل**) شاعر کس کو کہتے ہیں (**شاعر**) شاعر اُس کو کہتے ہیں جو شعر کہے (**جاہل**) ماعر اُس کو کہتے ہیں جو میر کہے (**شاعر**) میر کیا چیز ہے (**جاہل**) شعر کیا چیز ہے (**شاعر**) شعر یہ ہے جیسے ؎ رفتار تو شرمندہ کند کبک دری را (**جاہل**) میر یہ ہے جیسے ؎ مرمار تو مرمندہ کند مرمری را۔ غرض جو بات شاعر کہتا گیا جاہل بھی اُسی طریق سے جواب دیتا رہا۔ اب رہا موزونیت و اہمال کا فرق سو اس سے قدرتی طور پر جاہل بکدوش تھا۔ اسکو تو مقابلہ مد نظر تھا جس میں وہ پورا اُترا۔ اعلیحضرت پر اس مسئلہ کی وجہ سے جو مفتیان کرام کابل نے وہابیت و غیر مقلدی کا الزام لگایا ہے وہ فقیر کے خیال میں غلط ہے اعلیحضرت مقلد ضرور ہیں۔ اس مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید نہ کی تو کیا ہوا۔ مسئلہ تقابل میں ایک جاہل کی تقلید کیا حضرت امام اعظم کی تقلید کا کفارہ نہیں ہوسکتی۔ اعلیحضرت کی خاطر ہم اُنکی مبہم اور بادہوائی بات کو تسلیم کرتے ہیں لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ اب بھی اعلیحضرت کو سوائے ضرر کے نفع نہ ہوا۔ کیونکہ علامہ ابن حجر کی تحریر سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ صرف ملک مغرب میں اذان باب مسجد پر ہوتی ہے باقی تمام بلاد اسلامیہ میں اسکے خلاف عمل ہے۔ اب اگر یہ مخالف ہے تو حضرت القول الاظہر کی ایک عبارت کے نقض سے پر اس کا کیا اثر ہوا جو صرف اس قدر ہے کہ سواد اعظم اس طرف ہے کہ اذان خطبہ داخل مسجد ہو۔ یہ قول ملی سبیل التنزل بھی بمقابلہ آپکے اختراع کے مرجح رہا نہ کہ مکروہ و بدعت۔ جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔ کیا مکروہ و بدعت کی یہ شان ہوتی ہے کہ اُس کے اثبات کے لئے اہل مغرب کا سہارا لیا جاوے۔ جن کا حال بھی معلوم نہیں کہ وہ حنفی ہیں یا مالکی۔ اعلیحضرت سے بصد عجز التماس ہے۔ فتح الباری کی اس عبارت کو ضرور پیش فرماویں جس میں اہل مغرب کا حال ہے۔ تاکہ اُس سے مستفید ہوکر نیاز مند کو اظہار رائے کا موقع ملے **خصوصیت ۹ تنگ بحثی**۔ جواب سے عاجزی کے وقت اس حربۂ خاص کا بھی استعمال اعلیحضرت بکثرت کرتے ہیں۔ القول الاظہر میں کتب معتبرہ سے اذان خطبہ داخل مسجد کے اجماعی ثابت کرنے کے بعد ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ اذان تمام بلاد اسلامیہ و شرق و غرب میں بھی داخل مسجد ہوتی ہے اور اس پر یہ قرینہ قایم کیا گیا تھا کہ کسی سے کہیں اسکے خلاف مسموع نہیں ہوا خصوصاً جبکہ اطلاع احوال کے ذرائع اس زمانہ میں کثرت ہیں اور عموماً ہر شہر میں سہولت سفر کی وجہ سے مختلف ممالک کے باشندے موجود ہیں۔ ایسی حالت میں محال عقلی نہ سہی تو

۹۔ بریلوی صاحب کو اذان میں صرف اہل مغرب کا سہارا ملا

ف۵ جواب سوال سیزدہم و چہاردہم ۱۲۔

محال عادی ضرور ہے کہ اذان بیرون مسجد مخفی رہتی کسی نہ کسی ذریعہ سے اس کا علم ہو ہی جاتا۔ اس پر ناظرین اعلیٰحضرت کی کج بحثی ملاحظہ فرمادیں جو اہل الرضا کے صفحہ ۲۰ میں اسطرح ظاہر ہوئی کہ کسی کتاب معتمد میں تصریح ہے کہ یہ اذان جمیع بلاد اسلامیہ میں داخل مسجد ہوتی ہے اسی کے متعلق سوال چہاردہم میں یہ ارشاد ہے: اگر کسی کتاب میں نہیں تو یہ دعویٰ روئیت کی طرف مستند ہے یعنی تمام بلاد اسلامیہ میں تشریف لیگئے اور خود ملاحظہ فرمایا۔ یا روایت کی جانب یعنی تمام جہان کے ہر اسلامی شہر کی خبر معتمد شرعی آئی۔ جو کچھ ہو بیان فرمادیں اور سردست دنیا بھر کے سب اسلامی شہروں کے نام ہی ارشاد ہوجاویں۔ لیجئے اعلیحضرت نے اپنی اس کج بحثی سے انکار بدیہیات کا بنیادی پتھر نصب کردیا اور ہزارہا بدیہی دعووں کے انکار کی شاہراہ کھولدی۔ اگر حضرت کے طور پر نفس اذان کے متعلق بھی کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ یہ تمام بلاد اسلامیہ میں ہوتی ہے کیونکہ آپ کی فلاسفی جو ایک قسم کی سفسطہ ہے اس پر اس طرح چلے گی کہ یہ دعویٰ یا روئیت کی طرف مستند ہے یا روایت کی جانب اور دونوں غلط کیونکہ نہ کسی نے تمام شہر دیکھے۔ نہ تمام شہروں سے خبر آئی نہ عام طور پر کسی کو تمام اسلامی شہروں کے نام یاد۔ لہٰذا یہ دعویٰ غلط کہ تمام بلاد اسلامیہ میں اذان ہوتی ہے۔ اور یہ تو کسی کا منہ نہیں ہے کہ یہ کہے کہ تمام فقہی کتابوں میں نفس اذان کی کیفیت لکھی ہے اور اسکے خلاف کہیں مسموع نہیں ہوا۔ اس وجہ سے حکم عام صحیح ہے کیونکہ یہی عذر ہم نے اذان خطبہ میں کیا تھا تو کیا پھل کھایا بجز اسکے کہ بارگاہ تجدید میں نامسموع ہوا اور اس پر اسطرح مطالبہ ہوا کہ اگر اپنے دعوی کی صحت چاہتے ہو تو تمام شہروں کے چکر لگاؤ یا کم از کم تمام شہروں کے نام گناؤ۔ یہی اگلی سفسطہ صلوٰۃ و صوم و حج و زکوٰۃ ارکان اسلام پر بے دریغ چل سکتی ہے دیکھئے شان تجدید اسکو کہتے ہیں کہ اگر کسی اجماعی مسئلہ کے انکار پر تلجائیں تو جب تک تمام اجماعوں کا خاتمہ نہ کرلیں ان کو چین نہ آوے ورنہ پھر مجدد و غیر مجدد میں فرق ہی کیا۔ ہزار آفریں بریں ہمت مردانہ او۔ **خصوصیت ۱۰۔ خلاف بیانی القول الاظہر میں** اجماع امت کے خلاف راہ چلنے والے کی نسبت اس سے استناد تھا کہ من شذ شذ فی النار۔ چونکہ اذان خطبہ داخل مسجد اجماعی مسئلہ ہے اس کے مخالف کو بھی اس وعید کے دائرہ میں رکھا تھا۔ اعلیحضرت نے اسی وجہ سے خلاف بیانی کو باعث فلاح سمجھکر اہل الرضا صفحہ ۲۰ میں ارشاد فرماتے ہیں صفحہ ۹ و ۱۰ پر فرعی مسئلہ کو بھی من شذ شذ فی النار میں داخل فرمایا۔ کیا ائمہ معتمدین بھی اختلاف فقہی کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ ہاں تو کہاں اعلیحضرت کے نزدیک اگر اذان داخل مسجد اختلافی مسئلہ تھا تو اس کو اپنے خصم کے سر کیوں تھوپا ہاں یہ جانبے اجماع پر جس قدر نقض وارد کئے ہیں اس سے کس کی تردید مقصود ہے اس مسئلہ کے اجماعی ماننے والے کی یا کسی اور کی۔ اب یہ اعلیحضرت کو کون سمجھائے کہ آپکا مخالف اس مسئلہ کے اجماعی ہونے کا قائل۔ آپ اسی بنا پر اجماع کو ناپید کرنے کی غرض سے بیس سوالات کے تراشنے والے۔ آپکا مخالف اپنی تراشیدہ سوالات کا آپ کی خوبی قسمت سے جواب دیڈالا۔ پھر آپکو کیا حق ہے کہ غلط نسبت کرکے یہ الزام قائم کریں کہ دیکھو ہمارا مخالف اس مسئلہ کو اختلافی مان کر بھی حکم من شذ میں داخل کرتا ہے۔ اور پھر اس پر نہایت جرأت و حیا کی مطالبہ دیتی ہیں ہم نے اختلاف بحثی کو نہ اس کا مصداق جانا نہ محل۔ اجماعی مسئلہ کے منکر کو من شذ شذ کا مورد بتایا۔ آپ کو اگر شک اجماعی ہونے میں کلام ہے تو شوق سے اس کا اجماعی ہونا باطل کیجئے۔ گو یہ دو بیانات ہی سے ہی لیکن خدارا یہ ستم ظریفی تو نہ کیجئے کہ جو بات آپکا مخالف کہے اسکو بھی اسکے سر تھوپ دیں یہ تحقیق ہی تو ہے اذان داخل مسجد اجماعی نہیں لیکن جسکے زعم میں وہ اجماعی ہے گو یہ زعم غلط ہی سہی وہ اس مسئلہ کے منکر کو مقتضائے من شذ شذ کی وعید میں داخل کرے گا اس کی اگر غلطی ہے تو صرف یہ کہ غیر اجماعی مسئلہ کو اجماعی تسلیم کرلیا نہ یہ کہ منکر اجماع کو اسکا وعید میں داخل کرنا بھی غلطی ہے۔ سابقا اعلیحضرت نے اس سوال میں خود ہی قرار دیا کہ اذان خطبہ جو داخل مسجد ہے ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اب معلوم ہے کہ ان کی بحث پر سوال ہے کہ ائمہ معتمدین بھی اختلاف فقہی و فرعی مسئلہ کو بدعت و خلاف سنت کا مصداق بتاتے ہیں۔ لیجئے یہاں بھی تو تھا یہی اعلیحضرت کے سوالات نقض اجماع کے متعلق۔ سبحان اللہ **خصوصیت ۱۱۔ افترا و تحریف**۔ القول الاظہر میں انعقاد اجماع کے موقع پر یہ بیان کیا گیا تھا کہ اس کے لئے اجماع و اتفاق مجتہدین شرط ہے۔ ایک مجتہد کا خلاف بھی اجماع کو درہم برہم کرنے کیلئے کافی ہے۔ اس مجتہد کا خلاف۔ خلاف جمہور ضرور ہے لیکن خلاف اجماع نہیں کیونکہ اس کے خلاف سے شرط انعقاد اجماع کا فقدان ہوگیا۔ البتہ اجماع کے منعقد ہوئے پیچھے غیر کا خلاف معتبر نہیں لیکن ہنوز انعقاد اجماع ہی نہیں ہوا

سے جواب سوال پانزدہم سے جواب سوال شانزدہم و ہفتدہم ۲۰ منہ

جبکہ ایک مجتہد کی رائے اسکے خلاف ہو۔ اس کو القول الاظہر میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا تھا کہ جمہور کے خلاف اور اجماع کے خلاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی سلسلہ میں بطور حکمت و نکتہ کے یہ بیان کر دیا گیا تھا کہ مجتہد کے خلاف کا عموماً یہ اثر ہوتا ہے کہ اسکے لاکھوں متبعین مثل اسکے اس جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اب اسکا یہ مطلب سوائے اعلیحضرت کے کون سمجھ سکتا ہے کہ ائمہ مجتہدین نے یہ خلاف صرف اس وجہ سے کیا کہ انکو اس کا علم ہو گیا تھا کہ لاکھوں لوگ اس مسئلہ میں ہمارے متبع ہو جاوینگے۔ القول الاظہر میں عدم انعقاد اجماع کا اصلی سبب اس مخالف مجتہد کا اجتہاد قرار دیا گیا تھا جس کا صاف یہ مطلب تھا کہ غیر مجتہد کا خلاف اس باب میں بالکل بے اثر ہے نہ یہ کہ مجتہد کی غیب دانی عدم انعقاد کا باعث ہوتی ہے۔ اب اجلی الرضا کی بہار دیکھئے۔ صفحہ ۲۰ میں ارشاد ہے۔ ائمہ مجتہدین نے جن مسائل فرعیہ میں جمہور کا خلاف فرمایا کیا انہیں معلوم تھا کہ لاکھوں لوگ اس مسئلہ میں ہماری متبع ہو جاوینگے کیا اس علم کی انہوں نے تصریح فرمائی یا غیب بحکم ہے یہ سوال بغدہم میں اسطرح ارشاد ہے۔ بالفرض انہیں یہ معلوم بھی ہو تو کیا گناہ شدید جس پر حدیث میں دوزخ کی وعید ہو اس خیال پر جائز ہو جاتا ہے کہ آگے چلکر لوگ اس میں ہماری ساتھی ہو جاوینگے۔ جی یہ تو جائز نہیں لیکن افترا و تحریف کا جواز آپکو کہاں سے معلوم ہوا جس پر آپنے اپنی تالیفات کی بنیاد رکھی ہے۔ دیکھئے القول الاظہر میں صاف موجود ہے کہ جمہور کے خلاف اور اجماع کے خلاف میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اتنی روشن بات کے سمجھنے سے آپ کیوں قاصر ہے۔ اور اگر خدانخواستہ فہم عالی میں اس کا مطلب آگیا تھا تو پھر دیدہ و دانستہ آپ نے یہ سوال کیوں گھڑا۔ کہ ائمہ مجتہدین نے جن مسائل فرعیہ میں اختلاف فرمایا۔ اعلیحضرت من۔ اجماع کے خلاف میں گفتگو تھی اور اسکا ابطال کیا جا رہا تھا۔ اور خلاف جمہور کا جواز مجتہدین کے حق میں ظاہر کیا تھا۔ اور ان کے خلاف کو اجتہاد کی باعث عدم انعقاد اجماع کا موجب بتایا تھا۔ اور اسکی حکمت بطور تبرع ظاہر کرکے غیر مجتہد کے خلاف کو باب انعقاد اجماع میں بے اثر ثابت کیا تھا آپنے اس سے یہ سمجھ لیا کہ ائمہ مجتہدین کے حق میں بھی خلاف جمہور جائز نہ تھا اور اگر جائز رکھتے ہیں تو اس شرط پر کہ انکو پہلے سے اپنے لاکھوں متبعین کا علم غیب ہو جاوے۔ فرمائیے القول الاظہر کی کس عبارت کا مطلب ہے۔ عبارت نقل کرنے میں چونکہ افترا کی حقیقت کھلجاتی ہے اس وجہ سے اعلیحضرت نے اسکے ہضم کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ اسی سے سوال بغدہم کی بھی حقیقت کھل گئی۔ دوزخ کی وعید اسکے لئے ہے جو اجماع کا خلاف کرے۔ نہ اس مجتہد کے حق میں جس کے جمہور کے ساتھ خلاف کرنے سے اجماع ہی سرے سے منعقد نہو۔ اور اس وجہ سے مجتہد کو خلاف کے وقت کسی خیال قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ غیب دانی کی حاجت نہ القول الاظہر میں انکے خیال قائم کرنے کے متعلق کوئی تصریح۔ البتہ چونکہ مجتہدین کے شرف اجتہاد نے انکو غیر مجتہدین کے گروہ سے ممتاز کر دیا اور دونوں کے احکام جدا جدا ہو گئے۔ اس امتیاز کی حکمت و علت ہم نے بیان کر دی۔ اگر کسی وجہ سے آپ کو یہ حکمت پسند نہیں تو جانے دیجئے نفس تحقیق میں کیا فرق آیا۔ اعلیحضرت نے اس مقام میں صرف اس قدر تصرف کیا کہ حکمت امتیاز کو جو ایک علیحدہ بات تھی مجتہدین کا خیال قرار دیدیا اور اس طرح گھال میل کرکے اس سے وہ نفیس مطلب برآمد کیا جسکی تفصیل آپ کے ان دو سوالوں میں ہے۔ لب اعلیحضرتی۔

خصوصیت ۱۲۔ خود فراموشی۔ اعلیحضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کرکے صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے بیحد عادی ہیں چنانچہ اجلی الرضا صفحہ ۲۰ پر مرقوم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تطبیق رکوع سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کنز سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عدم نقض وضو بالنوم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ابتدا مسئلہ استماع میں جمہور کا خلاف کیا۔ ان تمام صحابہ کرام اور انکے امثال عظام کو معاذ اللہ شذ فی النار کا مصداق بنانا سنیت ہو سکتا ہے۔ جی یہ تو سنیت نہیں ہے لیکن اپنے کو مجتہدین جلیل القدر صحابہ کے برابر سمجھنا ضرور سنیت ہے۔ اعلیحضرت من القول الاظہر میں آپکو کس قدر وضاحت کے ساتھ فہمائش کی گئی تھی کہ خلاف جمہور و خلاف اجماع میں فرق ہے۔ ان مجتہدین حضرات کا خلاف خلاف جمہور ہے۔ اور آپ اجماع کا خلاف کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا روم کے اس شعر ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر۔ سے آپکو تنبیہ بھی کی گئی تھی۔ لیکن آپ بابرنہ کو اعلیحضرت ہونے کی وجہ سے اب بھی قیاس سے باز نہیں آئے۔ تو پھر

۵۸ جواب سوال ہشتم ص ۲۰

فرمائیے آپکی فہمائش کا اصلی حق ادا کیا ہے۔ آپنے کتب اصول میں کبھی بحث اجماع پر نظر غلط ہی ڈالی ہوتی تو آپ سمجھ لیتے کہ اہل اصول نے اجماع میں ہر کس و ناکس کو دخل نہیں دیا ہے۔ بلکہ اتفاق جملہ مجتہدین عصر کو شرط انعقاد قرار دیا ہے جس کے دائرے میں تمام مجتہدین آگئے۔ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک مجتہد کا خلاف بھی اجماع کے عدم انعقاد کیلئے کافی ہے۔ اب اس کے بعد اس نتیجہ تک پہنچنے میں کیا دشواری ہے کہ اس مجتہد کا خلاف خلاف اجماع نہیں ہے جو کہ وعید میں داخل ہو۔ بلکہ خلاف جمہور ہے جو انہیں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ ہر عامی مدعی اجتہاد کو حق حاصل ہو۔ یہی طرح اذان داخل مسجد صدر اول سے برابر یونہی چلی آ رہی ہے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ چودھویں صدی کے کسی مولوی صاحب کے خلاف سے یہ اجماع درہم برہم ہو جائے۔ گو کہ وہ اعلیحضرت ہی کیوں نہوں۔ اعلیحضرت کا یہ عذر ہے کہ مثل جلیل القدر صحابہ وائمہ اربعہ ودیگر مجتہدین میرا خلاف بھی اجماع امت کو نیست و نابود کر سکتا ہے۔ اور مثل انکے صرف میرا خلاف بھی خلاف جمہور تسلیم کیا جا سکتا ہے پس اگر مجھ کو کوئی من شذ شذ فی النار کی وعید میں داخل کریگا۔ تو پھر میں تمام اکابر صحابہ کو شذ فی النار کے مصداق بنانے کے لئے بالکل کمر بستہ ہوں اور اگر صحابہ کو انکے اجتہاد کے باعث اس وعید سے مستثنیٰ کیا جاویگا۔ تو پھر میں نے ایسا کیا قصور کیا ہے جو باوصف اعلیحضرت ہونے کے بھی مستثنیٰ نہ سمجھا جاؤں اگر صحابہ درجہ صحابیت اور ائمہ مرتبہ امامت پر فائز ہوں تو میں اعلیحضرت ہوں۔ چلو برابر ہو گئے۔ اعلیحضرت کا عذر صحیح بھی ہے کیونکہ اتباع اعلیحضرت انکے ایسے عالی شان القاب لکھتے ہیں کہ جس طرح اتباع ائمہ اربعہ اپنے اماموں کے بلکہ ان سے بھی بڑھ چڑھ کر جیسے صاحب الحجۃ القاہرہ، حامی سنت طاہرہ، مجدد المأۃ الحاضرہ، پیشوائے اہل سنت، اعلیحضرت وغیرہ وغیرہ۔ اعلیحضرت بھی آخر بشر ہیں یہ القاب سنتے سنتے اگر اپنے کو مجتہد و امام سمجھ بیٹھے تو انکو ایسا مجرم نہیں سمجھنا چاہئے کہ کبھی انکا جرم معاف ہی نہیں کیا جا سکے۔

خصوصیت ۱۳۔ تحکم وحکومت طلبی۔ اس کا ظہور مختلف طور سے ہوتا ہے کبھی اسطرح کہ ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو مسند فضل و کمال کا صدر نشین بنا دیا۔ پھر جو لہر آئی تو اس کو ایکدم جاہل و احمق جیسے معزز خطاب دیدئے۔ محض اس جرم میں، کہ اس نے اعلیحضرت کی تحقیق کے خلاف کوئی کلمہ کہدیا۔ اسکی بطور نمونہ دو مثال پیش ہیں (۱) شیخ عبدالقادر توفیق شلبی مدرس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی کتاب حسام الحرمین میں اس طرح مدح سرائی کی صورۃ ما سطر من فی العلم تصدر فی الدرس تقرر، ودقق النظر، و ودد صدر توفیق من القادر الشیخ الفاضل عبدالقادر۔ توفیق الشلبی الطرابلسی الحنفی المدرس بالمسجد الکریم النبوی، منحہ اللہ تعالی من فیضہ القوی۔ اس کا ترجمہ خود اعلیحضرت نے اس طرح کیا۔ تقریظ انکی جو علم میں صدر بنے اور مدرس ٹھیرے اور غور کیا اور سارک علم میں آمد ورفت کی۔ قدرت والے کی توفیق سے حضرت فاضل عبدالقادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی، مسجد کریم نبوی میں مدرس، اللہ تعالی انہیں اپنے فیض قوی سے عطا وے۔ اعلیحضرت کے حواریو تمنے دیکھا کہ تمہارے اعلیحضرت نے کیسے پر عظمت الفاظ میں اس فاضل مدنی کی تعریف کی ہے اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ دیکھو۔ اجل الرضا میں انہی فاضل مدنی اور ان کی تحریر کی نسبت یہ ارشاد ہے۔ اس بے معنی تحریر کی حالت یہ کہ اول تا آخر اغلاط و خبطات سے مملو، جہل و سفاہت و افترا و تناقض و خبات و نافہمی و مکابرہ وغیرہ کونسا کمال ہے کہ ان گنتی کی چند سطروں میں نہیں۔ چند سطر بعد پھر فاضل مدنی پر اس طرح چوٹ کی۔ ایسا احمق زید شاید طرابلس میں بستا ہو۔ ایک صفحہ بعد پھر فاضل مدنی پر شرارہ جلال اس طرح گرایا۔ طرابلسی تحریر پر جب یہ قاہر رد اس میں موجود تھے انہیں دیکھکر کسی ذی انصاف یا شرم والے کو اس بے مغز تحریر کا نام بھی زبان پر لانا نہ تھا نہ کہ دین الٰہی میں حجت بنانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسام الحرمین کے مولف ومرتب اعلیحضرت نہیں ہیں وہ کوئی اور مولوی احمد رضا خاں صاحب ہیں جو اعلیحضرت کے ہمنام وہموطن ہیں جنہوں نے حسام الحرمین میں فاضل مدنی کی تعریف کے پل باندھ دئے ہیں۔ اور ان کے قول کو دین الٰہی میں حجت بتایا ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اعلیحضرت اور مولوی احمد رضا خانصاحب میں فرق کریں۔ اعلیحضرت اور چیز ہیں اور مولوی احمد رضا خاں شئی دیگر۔ اس پر حجت یہ ہے کہ اعلیحضرت ان فاضل مدنی کو حرم شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدرس نہیں تسلیم کرتے بلکہ مدینہ طیبہ میں بطور راہگیر کے گذرنے والا مانتے ہیں۔ جیسا کہ اجل الرضا میں ارشاد ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ میں ہو کر گذرا کچھ کہہ دے۔ اور مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی صاحب کتاب

حسام الحرمین میں انکی نسبت تحریر فرماتے ہیں جیساکہ ابھی انکی نقل گذری کہ مسجد کریم میں مدرس۔ غرض خانصاحب بریلوی مصنف کتاب حسام الحرمین کے نزدیک اگر حضرت توفیق شلبی فاضل اجل ہیں تو اعلیحضرت بریلوی صاحب رسالہ اجل الرضا کے نزدیک نرے احمق جاہل ہیں۔ بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کی نسبت شخص واحد کی ایسی دو متضاد رائیں ہوں۔ ہو نہو اعلیحضرت بریلوی اور میاں احمد رضا خان صاحب بریلوی اور۔ اس ترکیب سے ہمیشہ کیلئے اعلیحضرت بریلوی کا دامن تقدس تناقض وتہافت کے بدنما دھبے سے پاک ہوگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ ناظرین کی یادداشت کیلئے اعلیحضرت بریلوی اور مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی کے دو مختلف خیال جو شخص واحد کے متعلق ہیں ایک نقشہ کی صورت میں ظاہر کئے جاتے ہیں جس سے صاف طور پر معلوم ہوجائیگا کہ خاک پاک بریلی میں یہ دو نامور علیحدہ علیحدہ ممتاز ہستیاں ہیں جن کو خلقت غلطی سے ایک سمجھے ہوئے ہے۔

۸۔ ایک ہی شخص کی نسبت دو متضاد رائیں	مولوی احمد رضا خانصاحب بریلی۔ صاحب کتاب حسام الحرمین	اعلیحضرت بریلوی صاحب رسالہ اجل الرضا
	صدر نشین علم۔ فی العلم تصدر زینت دہ مجلس درس۔ فی الدرس تقرر دقیق النظر۔ دقق النظر آمدورفت کنندہ در مدارک علم۔ ورد وصدر مدرس مسجد کریم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	جاہل۔ سفیہ مفتری۔ خائن نافہم ومکابر احمق مدینہ طیبہ میں گدا

(۲) القول الاظہر میں روایت محمد بن اسحٰق کو صحیح تسلیم کرکے اعلیحضرت کے دعوی کی تردید کی گئی تھی کہ آپکو اب بھی مفید نہیں کیونکہ اس روایت سے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وشیخین رضی اللہ عنہما تک کا حال معلوم ہوا کہ باب مسجد پر اذان ہوتی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ ان پاک عہدوں میں صرف ایک اذان تھی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عہد عثمانی میں ایک اذان کی زیادتی ہوگئی۔ اب قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں اذانیں بعد میں باب مسجد پر ہونے لگیں یا دونوں کی جگہ تبدیل ہوگئی یا ایک بدستور اپنی جگہ رہی اور دوسری نے دوسری جگہ لی۔ پھر باب مسجد پر کونسی اذان رہی یہ زائد اذان یا اصل اذان۔ پس جبکہ اعلیٰ حضرت مستدل ہیں اور احیاء سنت کے دعویدار۔ ان کو چاہئے تھا کہ سب احتمالات کا ابطال فرماکر وہ احتمال متعین فرمادیتے جو انکو مفید ہوتا انہوں نے یہ کیا ظلم تو یہ کیا کہ سب سے اغماض کرکے مبہم روایت سے اپنا دعویٰ ثابت کردیا اور عہد عثمانی کے قصہ کو چھیڑا تک نہیں جب انکے مخالف نے ان احتمالات کو ظاہر کرکے انکے استدلال کی قلعی کھولی تو کہتے ہیں فرمانے کہ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی سنت تو تسلیم فرمائی کہ یہ اذان مسجد سے باہر تھی۔ یہ دوسرا ظلم ہے انکا مخالف اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتا اور اسی لئے القول الاظہر میں محمد بن اسحٰق کی تضعیف کے سلسلہ میں جارحین کا ایک نقشہ درج کردیا جب سرے سے اس کے نزدیک یہ روایت قابل تسلیم نہیں تو اس پر یہ دنیا سے نرالا الزام کیسا۔ کہ اذان بیرون مسجد ہونا تو تسلیم کرلیا۔ اس نے علی سبیل التسلیم یہ کہا تھا کہ چلئے آپ کی پیش کردہ ضعیف روایت کو صحیح تسلیم کرکے یہ گذارش کرتے ہیں کہ جب عہد عثمانی میں تغیر ہوا اور ضرور ہوا تو اس اذان کی جگہ میں بھی اگر تغیر آگیا تو محض اس ایک سے آپکو کیا نفع حاصل ہوگا۔ اس تنزلی جواب کو آپ حقیقی جواب قرار دیکر اپنے تحکمات میں ایک اور تحکم کا اضافہ کربیٹھے اور سطح سلسلۂ سوالات میں ایک نمبر اور بڑھاکر یہ ریزکی کہ کیا اسی (ممکن اور بعید نہیں) سے اجماع قطعی ثابت ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳) اجل الرضا کے حاشیہ میں تحکمانہ انداز میں اعلیحضرت فرماتے ہیں کہ انکے کلام میں ظلم لنقل کی ضمیر ہشام کی طرف ہے جو ایک جابر بادشاہ تھا نہ کہ امیر المومنین کی طرف یہ تو عقل وفہم کی حالت اور مدارک علمیہ میں دخل کی ہمت، اللہ ہدایت دے۔ القول الاظہر

۹۔ بریلوی صاحب کا صریح دھوکا

لے جواب سوال نوزدہم ۱۲۔ سے جواب سوال بستم ۱۲۔

میں صاف یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ جو اذان زمانہ کریم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میں منار پر ہوتی تھی جس کا مقصود اعلام غائبین تھا اب اس اذان کی زیادتی سے وہ بین یدی الامام آگئی اور زائد اذان نے منارہ پر جگہ پائی اس کی سند میں عمدۃ الرعایہ کی عبارت بعض امراء جہت نقل کی گئی تھی کہ اعلیحضرت نے جناب مولانا عبدالحئی صاحب کی ایک عبارت سے استدلال کیا تھا اس طرح ہمارا تنزلی جواب تحقیقی بن گیا اور جس احتمال کو بطور ارخاء عنان احتمال کے رنگ میں ظاہر کیا تھا اب وہ اس عبارت کے نقل کر دینے سے صرف قوی نہیں ہوا بلکہ اعلیحضرت کی ساری چنائی کا ڈھا دینے والا تھا اس کا جواب اعلیحضرت سے کچھ نہ بن پڑا تو یہ انوکھی روش چلے کہ ثم نقل کی ضمیر ہشام کی طرف ہی چلے تسلیم کیا کہ ہشام کی طرف ہے لیکن صدر من خلافۃ عثمان کے سنگ گراں کے ضرب شدید کی مدافعت کا بھی اعلیحضرت نے کوئی بندوبست کیا جو اس امر پر صاف دال ہے کہ آغاز خلافت کے بعد معاملہ دگرگوں ہوا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی کے عہد مبارک میں یہ تغیر ہو گیا ہے کہ اذان خطبہ بین یدی الامام آگئی اور اس پر اجماع صحابہ ہو گیا آخر صدر من خلافۃ عثمان کی قید کا فائدہ ضرور ہونا چاہئے۔ اصل عبارت یہ ہے ثم نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود الامام علی المنبر علی عہد النبی و ابی بکر و عمر و صدر من خلافۃ عثمان بین یدیہ ہمارے طور پر اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ اذان جو عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم و عہد صدیق اکبر و عہد فاروق اعظم و آغاز خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہم میں منار پر ہوتی تھی وہ اواخر خلافت حضرت عثمان میں بین یدی الامام ہو گئی۔ اس طور پر صدر من خلافۃ عثمان کی قید کا فائدہ ظاہر ہے۔ اعلیحضرت کے طور پر کہ ضمیر ہشام کی طرف پھیرتے ہیں اس عبارت کا یہ نفیس مطلب برآمد ہوتا ہے کہ وہ اذان جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و عہد صدیقی و فاروقی و آغاز خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں منار پر ہوتی تھی وہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں بین یدی الامام ہو گئی۔ اب یہاں اعلیحضرت کی سمجھ کے سوا تمام انسانی عقلیں قاصر ہیں کہ وہ آغاز خلافت کی قید کا فائدہ سمجھ سکیں کیونکہ جب ناقل اور جگہ کا تبدیل کرنے والا ہشام ہے تو اسکے زمانہ تک حالت بدستور سابق رہنا چاہئے۔ اور بجائے اس عبارت (علی عہد النبی و ابی بکر و عمر و صدر من خلافۃ عثمان) کے یہ عبارت ہونا چاہئے (علی عہد النبی و ابی بکر و عمر و عثمان) بلکہ ہشام اور حضرت عثمان غنی کے درمیان جس قدر خلفا ہیں ان کا بھی نام آنا چاہئے حالانکہ اس فقرہ صدر من خلافۃ عثمان نے آئندہ کا سلسلہ ہی منقطع کر دیا جس سے واضح ہوا کہ یہ نقل و تصرف عہد عثمانی ہی میں ہو گیا۔ اب اعلیحضرت ہی انصاف فرمائیں کہ اس قول (یہ تو عقل و فہم کی حالت ابتدا کے غبی دخل کی ہمت) کا مصداق صحیح طور پر کون ہے اسی وجہ سے اپنے حق میں اعلیحضرت نے دعا کی تھی کہ اللہ ہدایت کرے مگر افسوس کہ وہ مقبول نہ ہوئی

تجلی دوم

اعلیحضرت نے گویہ فقرہ تحریر فرمایا کہ زمین پیل نہ نہایت ہی عجیب نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق سلسلہ ہدایت منقطع کر دیا کیونکہ نہ اعلیحضرت کے زعم کے مطابق کوئی انکے مساوی ہوگا نہ ان سے انکا مخاطبہ نہ ہوگا لیکن ہم کیوں باب مدد ہدایت کی طرح مسدود کریں کہ نہ ہم ایسی عالی شان نہ ان جیسے صفات کمالیہ و خصوصیات ہم میں موجود۔ گو پچھلی صدیوں میں علما ربانی ہی تھے کہ دامن ہدایت مضبوط تھامے رہیں مگر اب چودھویں صدی کے مجدد کا یہ ارشاد جدید ہے کہ ہدایت خلق اللہ عالیشان کے منافی ہے پس ہم شکر باری تعالی بجا لاتے ہیں کہ اس نے ہمکو اس عالی شانی سے محفوظ رکھ کر ہدایت کی توفیق دی کہ یہ فضل سے یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم گو اعلیحضرت اس کو تسلیم نہ فرماویں لیکن ہمارے نزدیک تو نہایت الہ ہدایت کی سخت ضرورت ہے کہ مسئلہ اذان میں ان سے غیر محدود لغزشیں واقع ہوئیں۔ ہمارا فرض ہے کہ بحکم الدین النصح ان لغزشوں سے انکو آگاہ کر دیں جس سے ضمن میں مسئلہ کی بھی نہ صرف وضاحت ہوگی بلکہ اس کی کامل تنقیح ہو جائیگی اور حق تعالی سے امید ہے کہ وہ حضرات جو اعلیحضرت کی تحریرات سے جادہ مستقیم سے منحرف ہو گئے ہیں پھر شاہراہ مستقیم پر عود کر آئیں وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ رہے اعلیحضرت سو ان کی علو شان سے قبول حق کی بظاہر امید نہیں لیکن حق تعالی کی

قبضۂ قدرت سے نہ اعلیٰحضرت خارج ہیں نہ انکی علو شان۔ وہ چاہے تو ایسے اعلیٰحضرت کو بھی راہ مستقیم پر لا سکتا ہے۔ ورنہ ہم تو اپنے فرض سے ضرور سبکدوش ہو جاوینگے۔ فہمائیش اوّل۔ اعلیٰحضرت کا سرمایۂ ناز فقرہ لایوذن فی المسجد ہے اور نہیں کہ جو بعض کتب فقہیہ میں وارد ہو گیا ہے یہی وہ فقرہ ہے کہ جس سے تفریق بین المسلمین کو نہ صرف مباح بلکہ مستحب و مندوب سمجھ کر تمام اسلامی دنیا میں اختلاف کی بنیاد قائم کر دی اور اذان اندرون مسجد کو خلاف سنت و بدعت قرار دیکر اولاً علماء کی تفسیق اور ثانیاً کسی حیلہ یا کسی عبارت کے الٹ پھیر سے تکفیر فرمائی گئی اور اپنے حواریوں اور حلقہ بگوشوں کو سو شہید ملنے کے اجر کا وعدہ دلا کر ان کی جاہلانہ عصبیت کو ایسا تیز کیا گیا کہ اب وہ مساجد میں شور و غل و زد و کوب کو عین اطاعت الٰہی سمجھتے ہیں اور مساجد میں سوقیانہ گفتگو کی نسبت بھی یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ اس پر سو شہید و نکا اجر ہم کو ضرور ملیگا جہاں بے ضرورت مباح گفتگو بھی مکروہ ہے جس فقرہ کی بنا پر اعلیٰحضرت نے یہ گل کھلائے اس لحاظ سے اس کا درجہ ثبوت کے اعتبار سے نہایت اقوی ہونا چاہئے لیکن افسوس ہے کہ اسکی کل کائنات صرف اس قدر ہے کہ بعض کتب فقہی مثل خلاصہ و خزانۃ المفتیین وغیرہ میں یہ فقرہ درج ہے باقی تمام متون اس ضروری مسئلہ (بزعم اعلیٰحضرت) سے ساکت ہیں کہ جن میں ضروری مسائل عموماً درج ہوتے ہیں۔ نہ کہ ایسا ضروری مسئلہ کہ جس کا ذکر نہ کسی متن میں ہے نہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست مروی نہ صاحبین امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے اسکی روایت نہ امام محمد کی کتب ستہ مشہورہ میں اسکا نام و نشان بلکہ صاحب فتح القدیر کے اس جملہ قالو لایوذن فی المسجد (جس کو اعلیٰحضرت نے اپنے فتویٰ مبارکہ میں نقل کیا ہے) سے بداہۃً یہ ثابت کہ صرف مشائخ کا قول اور ان کی رائے ہے۔ پس ایسے ضعیف و کمزور مسئلہ پر اس قدر زور باندھنا اور شور و غل مچا کر ایک قیامت کبریٰ برپا کر دینا سوائے اعلیٰحضرت کسی دوسرے سے ممکن ہے۔ اعلیٰحضرت نے اتنا خیال نہ کیا کہ اگر یہ کوئی اہم مسئلہ ہوتا یا امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہوتا تو متون مثل کنز و قدوری و وقایہ و مختصر و نقایہ و دیگر متون معتبرہ میں اس کا ضرور ذکر ہوتا اور آپکو فتاویٰ خلاصۃ الکیدانی سے نقل کی ضرورت ہوتی جس کی نسبت مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں مولوی عبد الحئی صاحب فرنگی محلی نے تحریر فرمایا ہے کہ ومنها ای من الکتب الغیر معتبرۃ خلاصۃ الکیدانی الخ کئی سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ لم یعرف الی الآن حال مولفها انه من هو وکیف هو وهل هو ممن یستند تصنیفه او هو ممن یضرب به المثل المشهور ان من لا یعرف الفقه صنف فیه کتابا۔ بھلا جس کے مؤلف کا یہ حال ہو کہ اسکا حال معلوم نہ اسکی تصنیف کا اعتبار بلکہ یہاں تک اسکی بڑھی ہوئی ہے کہ اس کی کتب کے ساتھ استناد تک حیز خفا میں۔ پھر ایسی مجہول الحال کتاب سے استناد آپ کے دعویٰ کی صریح کمزوری ہے یا نہیں۔ آپ تو نام خدا مجاہیل سے اپنے مخاطبہ کو بھی عار سمجھتے ہیں یہاں تو آپنے بالکل ڈبو دی کہ مجہول کے فقرہ میں آکر جامہ سے باہر ہو گئے۔ آپ نے جہاں اس قسم کے فتاویٰ سے یہ فقرہ نقل کیا ہے وہاں اگر صاحبین کی کسی کتاب یا کم از کم کسی متن سے ہی نقل فرما دیتے تو اس عار میں قدرے تخفیف ہو سکتی تھی۔ اگر متون میں یہ فقرہ تھا تو آپنے کیوں نہیں نقل فرمایا۔ یہ کوئی معمولی فتویٰ نہ تھا کہ جس کتاب سے چاہا لکھدیا بلکہ وہ غیر معمولی مسئلہ تھا جس کی بنا پر دنیا بھر کی مخالفت آپنے مول لیلی۔ اکثر علماء کو تکفیر کے گھاٹ اتار دیا اور آپکی تفسیق و طعن سے تو کوئی نہ بچا تمام شرق و غرب کے علماء کرام کو عام دعوت مقابلہ دیدی۔ ایسے مسئلہ کے لئے کیا یہ کافی ہے کہ کتب معتبرہ متون چھوڑ کر خلاصہ جیسی کتاب کا سہارا لیا جاوے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ متون کی نسبت جناب مولانا عبد الحئی صاحب مرحوم اسی مقدمہ عمدۃ الرعایۃ میں فرماتے ہیں۔ اعلم انهم ذکروا ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاویٰ فاذا وجدت مسئلۃ فی المتون الموضوعۃ لنقل المذاهب ووجد خلافها فی الشروح اخذ بما فی المتون واذا وقعت المخالفۃ بین ما فی الشروح وبین ما فی الفتاویٰ اخذ بما فی الشروح قال الشیخ امین الشامی مؤلف رد المحتار علی الدر المختار فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ فی کتاب الاجارۃ ذکر ابن وهبان وغیرہ انه لا عبرۃ لما یقوله فی القنیۃ اذا خالف غیرہ وقالوا ایضا ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح علی ما فی الفتاویٰ انتهی۔ دیکھئے عام طور پر مشائخ کیا حکم دے رہے ہیں۔ کہ مسائل متون کو شروح کے مسائل پر ترجیح اور شروح کے مسائل کو فتاویٰ پر تقدیم پھر متون کی تقدیم کی وجہ ہیں اس کا اظہار کہ ان میں خاص

۹۔ بریلوی صاحب کے سرمایۂ ناز فقرہ (لایوذن فی المسجد) سے تمام متون خالی ہیں

مذہب امام کا التزام ہوتا ہے جو شروح وفتاویٰ میں مفقود۔ پس اس فقرہ کا تمام متون معتبرہ متداولہ میں نہ ہونا صاف اس پر دلیل ہے کہ یہ امام اعظم سے منقول نہیں ورنہ کسی نہ کسی متن میں اس کی تصریح ہوتی بحوالہ فتویٰ شروح وفتاویٰ سے دیکھئے اور اس پر عمل کیجئے۔ اس وقت ہم کو صرف اس سے بحث ہے کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول نہیں۔ پھر ایسے گرد در مسئلہ پر یہ زور وشور اعلیٰحضرت کو کہاں تک زیب دیتا ہے۔ ایک ہم سو شہیدوں کے اجر تقسیم کر دینے سے خیال ہوتا تھا کہ اعلیٰحضرت براہ راست سوائے وحی آسمانی مجتہد کے قول کو بھی شاید ہی سند میں لاتے لیکن ثابت یہ ہوا کہ بعض مشائخ کے قول پر آپ کی بسر اوقات ہے۔ سبحان اللہ ؎ بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا؛ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا۔

فہمائش دوم ۔ نہ معلوم اعلیٰحضرت نے بعض مشائخ کے اس قول لایوذن فی المسجد کو کیسے سمجھ لیا کہ مسجد میں اذان کی صلاحیت مفقود ہو گئی۔ اور یہ کہ محض مسجد کا مسجد ہونا اخراج اذان کا باعث ہوا۔ مشائخ کی اگر تصریح بھی ہے تو صرف اس قدر کہ مسجد میں اذان نہ دیجائے۔ اب یہ اعلیٰحضرت کی خوش فہمی ہے کہ اس کو یہ سمجھے ہیں کہ نہ مسجد میں اذان کی صلاحیت نہ اذان کا اس میں جواز بلکہ اذان سراسر بدعت وخلاف سنت اور مسجد کی مسجدیت اس اخراج کا باعث۔ براہ کرم اعلیٰحضرت وجوہ ثلثہ کی تصریح کتب مشائخ سے ثابت کر دیں ورنہ بے قیاسی تکے چلانے سے باز رہیں۔ مشائخ کے اس جملہ میں کہ لایوذن فی المسجد نہایت وسعت وگنجائش ہے صرف نفی ہے آپ مسجد سے صلاحیت کیوں سلب کر بیٹھے۔ اخراج اذان کی علت محض مسجدیت کو رجماً بالغیب کیوں قرار دیا یہ محض آپکی ذاتی رائے ہے۔ مشائخ کرام کا دامن اس سے پاک ہے۔ وہ گو اذان فی المسجد کی نفی کر رہے ہیں مگر اس کی علت محض اعلام غائبین ہے کہ مسجد کے اندر اذان میں اعلام غائبین سرے سے نہ ہوگا۔ یا کم از کم ان تک رسائی صوت میں دشواری ہوگی۔ اسی غرض سے اذان کے لئے منار قائم کئے گئے۔ تاکہ اذان کی آواز بسہولت ان تک پہنچ سکے ورنہ زمانۂ اقدس میں منار کا وجود ہی نہ تھا۔ اگر یہ غرض مسجد میں حاصل ہو جائے تو مسجد سے خواہ مخواہ اخراج اذان کی ضرورت نہیں مشائخ کرام کا صرف یہ مقصد ہے کہ اذان علی وجہ الاظہار مسنون ہے کہ اذان کے مفہوم میں اعلام داخل ہے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ چونکہ داخل مسجد در و دیوار حائل ہونے کی وجہ سے عموماً اذان کی آواز کا غائبین تک پہنچنا دشوار۔ اس وجہ سے خارج مسجد اذان دینے کا حکم دیا تاکہ اعلام غائبین بسہولت ہو جائے پس انہوں نے داخل مسجد اذان دینے کو نہ اس وجہ سے منع کیا کہ مسجد میں صلاحیت اذان نہیں بلکہ اعلام میں نقصان ہے۔ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ اگر خارج مسجد یہ مقصود حاصل نہ ہو اور داخل مسجد پورا ہو تو پھر اذان داخل مسجد دیجاوے۔ اصل یہ ہے کہ مشائخ اذان علی وجہ الاظہار کو مسنون کہتے ہیں اور اعلیٰحضرت کے خارج مسجد اذان مسنون ہے۔ دونوں کے خلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ مشائخ کرام کے نزدیک اذان خواہ داخل مسجد ہو یا خارج لیکن علی وجہ الاظہار ہو تاکہ اعلام غائبین ہو جائے۔ اعلیٰحضرت کے نزدیک اذان خواہ علی وجہ الاظہار حسب نفیہ طریق سے لیکن خارج مسجد ضرور ہو تاکہ مسجد میں ذکر اللہ کی وجہ سے حق تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہو چنانچہ اسکی تصریح انہوں نے فیصلہ حق نما میں بحوالہ [illegible] البتہ اس طرح کی ہے۔ کہ وقایہ صفحہ ۵ تا ۶ میں حدیث وفقہ سے ثابت کیا ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا بارگاہ الٰہی کی بے ادبی ہے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ اذان سرے سے اس کی مستحق ہی نہیں ہے کہ مسجد میں دیجائے یا یوں کہئے کہ مسجد میں اسکی صلاحیت ہی نہیں کہ اذان (جو ذکر اللہ ہے) اس میں ہو اور اگر ایسا کسی نے کیا تو بارگاہ الٰہی میں بے ادب قرار پایا۔ محض اس جرم میں کہ کیوں اس نے مسجد میں ذکر الٰہی کیا گویا اعلیٰحضرت کے نزدیک مساجد کی بنیاد اس لئے نہیں ہے کہ ذکر اللہ کیا جاوے بلکہ کسی اور غرض سے انکی بنیاد پڑی ہے اب وہ غرض کیا ہے اس کا جواب اعلیٰحضرت مدلل بیان فرماویں گے۔ ناظرین ان سے دریافت کریں۔ یہ ہیں اذان ومسجد کی نسبت اعلیٰحضرت کے تخیلات۔ اب مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔ ردالمحتار میں ہے وفی السراج وینبغی للمؤذن ان یوذن فی موضع یکون اسمع للجیران۔ قلت والظاہر ان ہذا فی موذن الحی۔ اما من اذن لنفسہ اولجماعۃ حاضرین فالظاہر انہ لایسن لہ المکان العالی لعدم الحاجۃ۔ یعنی موذن ایسی جگہ اذان دے جہاں سے قرب جوار والے بخوبی سن سکیں یہی جسہ کو

اگر کسی محلہ کی مسجد ہو اور اہل محلہ کا اعلام مقصود ہو لیکن جبکہ خاص اپنے لئے یا جماعتِ حاضرین کے لئے اذان دینا مقصود ہو تو بلندی پر اذان دینا مسنون نہیں ہے کیونکہ اسکی ضرورت نہیں۔ اس سے چند نتائج برآمد ہوئے اوّل یہ کہ اذان کے لئے کوئی جگہ (جیسے داخل مسجد یا خارج مسجد) مخصوص نہیں بلکہ ایسی جگہ ہونا چاہئے جہاں سے اذان بخوبی سنی جائے۔ خواہ داخلِ مسجد ہو یا خارج مسجد۔ دوم یہ کہ تعیین مکان سے مقصود صرف اعلام ہے ورنہ جبکہ اسکی ضرورت نہ رہے تو اب بلندی کی ضرورت نہ خارج مسجد کی حاجت اسی کو عالمگیری میں اس طرح واضح کیا ہے۔ جماعۃ من اہل المسجد اذنوا فی المسجد علی وجہ المخافتۃ بحیث لم یسمع غیرہم ثم حضر قوم من اہل المسجد ولم یعلموا ما صنع الفریق الاول فاذنوا علی وجہ الجہر ثم علموا ما صنع الفریق الاول فلہم ان یصلوا بالجماعۃ علی وجہہا ولا عبرۃ للجماعۃ الاولیٰ کذا فی فتاوی قاضی خاں وفیہ لانہا ما اقیمت علی وجہ السنۃ باظہار الاذان فلا یعتد بہا (بحوالہ) یعنی صورت مسئلہ یہ ہے کہ اہل مسجد نے مسجد ہی میں اذان دی لیکن اس طرح خفیہ طریق سے اذان دی کہ ان کے سوا کسی نے نہ سنی اس کے بعد دوسرے اہل مسجد آئے کہ جو فریق اول کی اذان وصلوٰۃ سے علم نہ رکھتے تھے۔ جب انہوں نے علی وجہ الجہر اذان دیدی تو اب انکو پہلے فریق کی اذان وصلوٰۃ کا علم ہوا۔ ایسی حالت میں یہ از سر نو نماز باجماعت ادا کرسکتے ہیں اور یہی جماعت جماعتِ اولیٰ قرار دیجاویگی۔ پہلی جماعت کا بالکل اعتبار نہوگا۔ اس وجہ سے کہ جماعت اولیٰ کی اقامت صلوٰۃ اظہار اذان نہونے کی وجہ سے علی وجہ السنۃ نہیں ہوئی کہ جس میں بقیہ اہل مسجد کی حق تلفی تھی۔ سنئے اعلیٰحضرت صاحب: مشائخ کرام کے اس حکم کو ذرا ٹھنڈے دل سے سنئے۔ اذان اندرونِ مسجد ہوئی ہے اس کو آپ کی طرح وہ منع نہیں کرتے بلکہ جماعت اولیٰ کو محض اس وجہ سے مسنون نہیں کہتے ہیں کہ اذان علی وجہ الاظہار نہوئی۔ لانہا ما اقیمت علی وجہ السنۃ باظہار الاذان پر نظر ڈالئے۔ آپکے طور پر انکو یہ کہنا چاہئے کہ لانہا ما اقیمت علی وجہ السنۃ باخراج الاذان عن المسجد۔ اعلیٰحضرت کو تو کیا سمجھائیں کہ وہ سب کچھ سمجھ سمجھا کر اندھیری ڈال رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں سے ضرور انصاف کی توقع ہے۔ دیکھو اعلیٰحضرت کی طرح مشائخ کرام کو اذان اندرون مسجد سے چڑ نہیں ہے انکا مقصود صرف اذان کا اظہار ہے تاکہ اعلام غائبین ہو جاوے ورنہ صورت مسئلہ میں جبکہ اذان اندرونِ مسجد فرض کی گئی ہے اس کا ضرور اظہار کرتے کہ داخلِ مسجد اذان ہونے کی وجہ سے جماعت اولیٰ علی وجہ السنۃ ادا نہوئی۔ مشائخ کرام کے مقصد اور اعلیٰحضرت کے مقصد میں صرف فرق معقولیت وعدم معقولیت کا ہے یعنی جبکہ اذان کے مفہوم میں اعلام داخل ہے اور اس کی مشروعیت بھی اعلام کی وجہ سے ہوئی۔ جیساکہ روایت حضرت عبد اللہ بن زید سے ظاہر ہے اور مختلف احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اب عامی وعالم پر یہ امر روشن ہے تو جب اذان سے اعلام حاصل نہو تو اس کا وجود وعدم برابر۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے مشائخ کرام نے کبھی حکم دیا کہ لایؤذن فی المسجد کہ دیوار و در حائل ہونے کی وجہ سے آواز بیرونِ مسجد تک نہ پہنچنے کا اندیشہ ہے کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران یعنی ایسی جگہ اذان ہو کہ قرب وجوار والے اذان سن لیں خواہ وہ کوئی جگہ ہو خارج مسجد ہو یا منارہ یا داخل مسجد۔ کیونکہ انہوں نے کسی جگہ کی تخصیص نہیں کی فی موضع عام ہے اور عموم سے استدلال کے اعلیٰحضرت بھی عادی ہیں ورنہ اذان خطبہ باوصف استثنا کیوں لایؤذن فی المسجد کے تحت آتی۔ کہیں مشائخ نے اس مقصد کو نہایت واضح کردیا اور اندرون مسجد اذان میں صورت فرض کرکے اس عدم مسنونیت کی وجہ یہ ظاہر کی کہ اعلام نہوا اور دوسرے فریق کی حق تلفی ہوئی نہ یہ کہ داخل مسجد ہونا اسکا باعث ہوا ہے ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ انکا مقصد یہ ہے کہ اذان علی وجہ الاظہار ہو جسکے اظہار کیلئے دیکھتے ہیں اس جگہ اذان کو منع کردیتے ہیں۔ انکا یہ مقصد بالکل معقول وموافق درایت ہے کہ جو حکم مشروع کی علۃ غائیہ ہے اس کا ہونا بہر نہج ضروری ہے احادیث صحیحہ بھی انکے مقصد کی تائید کررہی ہیں اس باب میں علامہ شامی کی یہ عبارت خصوصیت کے ساتھ ملاحظہ ہو قولہ ویستدیر فی المنارۃ یعنی ان لم یتم الاعلام بتحویل وجہہ مع ثبات قدمیہ لم تکن فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم منذنۃ قلت وفی شرح الشیخ اسمٰعیل عن الاوائل للسیوطی ان اول من رقی منارۃ مصر للاذان شرحبیل بن عامر المرادی وبنی سلمۃ المنابر للاذان بامر معاویۃ ولم تکن قبل ذلک وقال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقہ اول ما اذن الی ان بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدہ فکان یؤذن بعد علی ظہر المسجد وقد رفع لہ شیء فوق ظہرہ۔ دیکھئے اعلام کی خاطر

منارہ قایم ہوا حالانکہ زمانہ اقدس میں اس کا وجود نہ تھا۔ منارہ میں استدلال وجہ کی اہمیت محض اعلام کی خاطر۔ روایت ام زید بن ثابت سے ثابت کہ مسجد اقدس کی بنا کے پیشتر حضرت بلال اُن کے گھر کی چھت پر اذان دیا کرتے تھے۔ جو ان تمام مکانوں سے زیادہ بلند تھا جو مسجد اقدس کے گردا گرد واقع تھے۔ مسجد اقدس کی تعمیر کے بعد مسجد کی چھت پر حضرت بلال اذان دیا کرتے تھے۔ اور اس غرض سے کہ آواز دور تک پہنچے سقف مسجد پر زیادہ بلندی حاصل کرنے کے لئے کوئی چیز رکھ دی جاتی تاکہ اُس پر چڑھ کر اذان دیں تاکہ غائبین تک آواز پہنچنے میں آسانی ہو۔ غرض مشائخ کے نزدیک اذان اعلام کے لئے ہے جو اس کے مفہوم میں داخل۔ اس کی علت غائیہ اور حدیث صحیح حضرت بلال و عبد اللہ بن زید سے بھی یہی ثابت۔ یہ دعویٰ عقلاً و نقلاً ہر طرح موزوں و مناسب و بغایت معقول۔ اب اعلیٰحضرت کا مقصد سنئے آپ کو اس سے بحث نہیں کہ اذان اعلام کے لئے ہے یا انصات کے لئے۔ نہ اس سے بحث کہ مختلف جگہ کیوں اذان دی گئی آپ صرف ایک بات جانتے ہیں وہ یہ کہ اذان و مسجد میں تناقض ہے مسجد میں اذان دینا حق تعالےٰ کی گستاخی و بے ادبی ہے کجا مشائخ کرام کے معقول دعویٰ کو اس بو العجب مقصد سے کیا علاقہ۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ درحقیقت اعلیٰحضرت سب کے خلاف چلے ہیں۔ یہ اُن کی ملمع سازی ہے کہ میں عبارات فقہاء کرام سے مستدل ہوں۔ بھلا کہاں فقہاء کرام کا نفیس قول اور کجا اعلیٰحضرت کا تراشیدہ خیال جو نہ حدیث کے مطابق جس کو علامہ شامی نے نقل کیا نہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول نہ صاحبین سے اس کی روایت نہ مشائخ کرام اس کے قائل۔ مزید توضیح و نیز ناظرین کی تنشیط خاطر کے لئے عبارات مذکورہ بالا کی اعلیٰحضرت کے مقصد کے ساتھ تطبیق دیتے ہیں جس سے حق بالکل ہی واضح ہو جائیگا۔ اور ظاہر ہو جائیگا کہ حضرات مشائخ کرام کے مقصد سے اعلیٰحضرت کس قدر دور ہیں لے دے کے بعض مشائخ کے اس قول لا یوذن فی المسجد کا ہی اعلیٰحضرت کو سہارا تھا اُس کا بھی یہ حشر ہوا۔ **عبارت اول**۔ لا یوذن فی المسجد مشائخ کرام کا اس سے یہ مقصد ہے کہ اذان مسجد میں ہوگی تو اُس کے در و دیوار غائبین تک آواز پہنچنے میں حارج ہونگے۔ اس وجہ سے اذان مسجد میں نہ دی جاوے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ مسجد میں اذان دینا حق تعالیٰ کی گستاخی و بے ادبی ہے اس وجہ سے اذان اندرون مسجد منع کی گئی۔ اب اس کے معقول کہنے کے لئے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ انسانی فطرت مسخ ہو کر کسی حضرت کی عقل اُس میں حلول کرے **عبارت دوم** وینبغی للموذن ان یوذن فی موضع یکون اسمع للجیران مشائخ کرام جن کے پیش نظر اذان میں صرف اعلام ہے اور جو داخل مسجد و خارج مسجد اذان کے پابند نہیں اُن کے نزدیک اس کا مطلب ظاہر اور جو اُن کے مقصود کے ساتھ نہایت چسپاں ہے اعلیٰحضرت جن کے پیش نظر صرف یہ ہے کہ اذان خارج مسجد ہو خواہ اعلام کیلئے ہو یا انصات کیلئے اور یہ کہ اذان اندرون مسجد حق تعالیٰ کی گستاخی ہو انکے نزدیک اس میں تاویل کی ضرورت ہے اسطرح کہ فی موضع سے مراد خارج مسجد ہے اور یکون اسمع للجیران سے مراد یکون اسمع للملٰئکۃ الجیران ہے۔ اب اس عبارت کا مطلب صحیح ہو گیا کہ موذن خارج مسجد اذان دے تاکہ وہ ملائکہ جو قرب و جوار میں ہیں وہ مسنون اذان کو سنیں ورنہ خلاف سنت اذان کو وہ نہیں سنتے جو حق تعالیٰ تک پہنچتے ہیں۔ یہاں سماع سے مراد سماع قبول ہے اگر یہ تاویل کیجاوے تو گو مشائخ کرام کا مقصد حاصل ہو جائیگا لیکن اعلیٰحضرت پھر کورے رہجاتے ہیں **عبارت سوم** لانها اتبعت علی وجہ السنۃ باظهار الاذان یہ جملہ اذان اندرون مسجد کے بارے میں واقع ہوا ہے اس سے مشائخ کرام کا مقصود بالکل واضح ہو گیا کہ اس صورت میں اذان اندرون مسجد ہو رہی ہے اور یہ حکم نہیں کیا جاتا کہ یہ اذان اندرون مسجد ہونے کی وجہ سے ناجائز یا بدعت یا کم از کم مکروہ ہے بلکہ اظہار اذان نہونے کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جماعت ولی علی وجہ السنۃ نہ ہوئی جب یہ صاف سمجھا گیا کہ اگر اندرون مسجد اس کا اظہار ہو جاتا تو پھر نہ اذان میں کوئی حرج تھا نہ جماعت ثانی میں اعلیٰحضرت کے طور پر اس صورت میں عظیم ترین وجہ قباحت اذان اندرون مسجد ہے اسکو چھوڑتے ہوئے اس کی علت دوسری نہیں تو اُس کا اظہار نہایت غیر معقول ہے

کی ضرورت ہے۔ اس طرح کہ باظہار الاذان سے مراد باخراج الاذان ہے اور اخراج کا صلہ عن المسجد محذوف ہے چونکہ بعض مواقع میں
اظہار کے لئے پہلے اخراج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے بطور اطلاق اسم المسبب علی السبب اظہار سے اخراج امارہ کیا اور
عبارت اس طرح بن کر طیار ہو گئی کہ لانہا ما اقیمت علی وجہ السنۃ باخراج الاذان عن المسجد اب اگر شبہ ہو تو صرف اس قدر کہ اس
عبارت کے ماسبق علی وجہ المخافتہ کی قید اسکے مزاحم ہے تو اس کا جواب سہل ہے کہ وہ استطراداً آگئی ہے۔ ایک قید کو اعلیحضرت کی
حشو تسلیم کرنے میں چنداں مضائقہ نہیں۔ اصل یہ ہے کہ اعلیحضرت کے مسلک اور مشائخ کرام کے مسلک میں نسبت عموم خصوص
من وجہ ہے۔ ان ہر دو مسلک کا تباین و تصادق استفتا کی صورت میں بخوبی واضح ہو سکتا ہے استفتا اول ما قولکم رحمکم اللہ اس
بارے میں کہ اذان خارج مسجد علی وجہ المخافتہ دیگئی اس طرح کہ اہل محلہ میں سے کسی نے نہیں سنا یہ اذان علی وجہ السنۃ ہوئی یا
نہیں۔ بینوا توجروا جواب مشائخ کرام۔ یہ اذان مسنون نہیں کیونکہ اس میں اعلام غائبین نہیں ہوا۔ جو اذان کے مفہوم میں
داخل اور اس کی مشروعیت کی علت غائیہ جس پر نصوص شاہد۔ اور ہمنے لایوذن فی المسجد بھی اسی اعلام کی خاطر کہا تھا
جب خارج مسجد بھی اعلام نہ ہوا تو داخل خارج دونوں برابر ہو گئے۔ ہم کو داخل مسجد اذان سے خدانخواستہ کوئی چڑ تھی
اذان سے جو غرض تھی اس کو پورا کرنا چاہتے تھے جب وہ خارج مسجد بھی پوری نہ ہوئی تو اذان مسنونیت کے دائرہ سے نکل گئی۔
جواب اعلیحضرت۔ یہ اذان مسنون ہے کیونکہ خارج مسجد ہوئی۔ رہا یہ کہ اعلام ہوا یا نہیں اس سے بحث نہیں کیونکہ اذان
صرف اس لئے مشروع ہوئی ہے کہ مسجد میں نہ دی جاوے۔ جب یہ غرض پوری ہو جاوے تو اب اعلام کے فقدان پر بحث
کرنا فضول ولایعنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمنے اذان خطبہ کو بھی آخر کار مسجد سے خارج کر ہی دیا محض اس وجہ سے کہ وہ اذان
ہے اور اذان مسجد میں نہیں ہو سکتی کہ اس میں حق تعالیٰ کی گستاخی ہے۔ اگرچہ اذان خطبہ اعلام غائبین کے لئے نہیں ہے بلکہ
انصات حاضرین کے لئے ہے لیکن اس فرق کا اثر حضرات مشائخ کرام پر پڑ سکتا ہے کہ جنہوں نے اسی بنا پر اذان پنجگانہ و اذان خطبہ
میں فرق کر دیا کہ اول الذکر کو خارج مسجد اور آخر الذکر کو داخل مسجد گردانا۔ ہم پر اس کا کچھ اثر نہیں۔ رہی یہ بات کہ اذان کے
مفہوم میں اعلام داخل ہے اور اس کی علت غائیہ یہ ہمارے نزدیک مسلم نہیں اور اس کی دلیل صرف یہ کہ مسجد میں اذان دینا
حق تعالیٰ کی بے ادبی و گستاخی ہے پس اگرچہ صورت مسئولہ میں اذان علی وجہ المخافتہ ہوئی جس کو کسی نے نہیں سنا لیکن وہ مسنون
ہے کیونکہ خارج مسجد ہے۔ استفتا ۲۔ ما قولکم رحمکم اللہ۔ اس بارے میں کہ اذان داخل مسجد علی وجہ الجہر دی گئی جس سے بخوبی اعلام
غائبین ہو گیا خصوصاً ایسی حالت میں وہ اذان دی گئی جبکہ خارج مسجد نہ کوئی منار ہے اور نہ کوئی بلند جگہ اور اس لحاظ سے داخل
مسجد و خارج مسجد دونوں حکم صوت میں برابر تھے۔ اس صورت میں یہ اذان علی وجہ السنۃ ادا ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔
جواب مشائخ کرام:۔ یہ اذان مسنون ہے کیونکہ علی وجہ الاظہار ہوئی اور یہی اذان سے مقصود ہے۔ جواب اعلیحضرت۔ یہ اذان
مسنون نہیں کیونکہ داخل مسجد ہوئی اور اس میں بارگاہ الٰہی کی بے ادبی و گستاخی بھی ہوئی۔ اس وجہ سے نہ صرف حرام بلکہ قریب کفر
ہے۔ اسقدر بھی ہم مسلمانوں کے خوف سے کہتے ہیں ورنہ صریح کفر ہے کیونکہ بارگاہ الٰہی کی گستاخی پر بھی کفر نہ ہو تو پھر وہ کونسی صورت
ہے جس سے انسان کافر ہو سکے۔ رہا یہ امر کہ اعلام غائبین ہو گیا یہ محض فضول بات ہے۔ خواہ اعلام ہو یا نہ ہو لیکن اذان خارج مسجد
ہونا ضرور۔ اور داخل مسجد۔ اگرچہ اعلام ہو جاوے لیکن اس کے لئے حرام اور قریب کفر کا فتویٰ دینا لازم ہے۔ اذان سے مقصود نہ
اعلام ہے نہ انصات اس سے مقصد صرف یہ ہے کہ خارج مسجد ہو اور داخل مسجد نہ ہو۔ اذان کے مسئلہ میں مطمح نظر صرف دخول
عن المسجد و خروج عن المسجد ہے۔ ہم کو نہ مفہوم اذان کی طرف توجہ نہ اس کی علتِ غائیہ اعلام و انصات سے بحث نہ دخول
عن المسجد و خروج عن المسجد کے سبب کی طرف التفات۔ استفتا ۳ ما قولکم رحمکم اللہ۔ اس بارے میں کہ اذان داخل مسجد علی
وجہ المخافتہ ہوئی۔ کہ کسی اہل محلہ نے نہیں سنا۔ بینوا توجروا۔ اس کے جواب میں اعلیحضرت و مشائخ کرام دونوں متفق ہیں کہ یہ اذان

مسنون نہیں ہے۔ مشائخ کرام کے نزدیک اس وجہ سے کہ اذان علی وجہ الاظہار نہ ہوئی۔ اعلیٰحضرت کے نزدیک اس وجہ سے کہ خارج مسجد نہیں ہوئی۔ **استفتاء** ۔ اتولکم رحمکم اللہ تعالیٰ ۔ اس بارے میں کہ اذان خارج مسجد علی وجہ الجہر ہوئی جس سے اعلام غائبین ہوگیا، یہ اذان مسنون ہے یا نہیں، بینوا توجروا ۔ اس کے جواب میں بھی مشائخ کرام و اعلیٰحضرت متفق ہیں کہ یہ اذان مسنون ہے۔ مشائخ کرام کے نزدیک اس وجہ سے کہ اذان علی وجہ الاظہار ہوئی جس سے اعلام غائبین ہوگیا۔ اعلیٰحضرت کے نزدیک اس وجہ سے کہ اذان خارج مسجد ہوئی **استفتاء** اتولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اس بارے میں اذان خطبہ جو حسب تصریح فقہاء کرام انصات حاضرین کے لئے ہے قریب منبر داخل مسجد دی گئی۔ یہ مسنون ہے یا خلاف سنت، بینوا توجروا۔ **جواب مشائخ کرام** ۔ یہ اذان مسنون ہے، کیونکہ اعلام کی خاطر ہم نے لایوذن فی المسجد کہا تھا اس وجہ سے کہ مسجد اور اذان میں مباینت ہے۔ اس اذان سے چونکہ مقصد انصات حاضرین ہے اس وجہ سے نہ صرف بلاکراہت مسجد میں جائز بلکہ مسنون ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت اپنی کتب میں کر دی ہے۔ چنانچہ مجموعۂ کے درمختار کی تصریح دیکھو جس میں ہے۔ الاذان لغۃ الاعلام وشرعاً اعلام مخصوص۔ لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب یعنی اذان کی تعریف میں اعلام مخصوص کے ساتھ اس وجہ سے اکتفا کی گئی کہ دخول وقت کی قید اسکی جامعیت میں خلل انداز تھی جس کے زاید کر دینے کے بعد اذان خطبہ خارج ہو جاتی۔ دیکھو یہ صاف اس پر دال ہے کہ اذان خطبہ دخول وقت کے اعلام کے لئے نہیں اور اس سے بداہۃً یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ اعلام غائبین اس سے مقصود نہیں اب اس نتیجہ تک پہنچنے میں کیا دشواری ہے کہ جب اس سے مقصود اعلام غائبین نہیں جس کی بنا پر اذان مسجد سے خارج کی گئی تھی تو اب اسی لئے تو یہاں پہنچنے کی کیا ضرورت اور لایوذن فی المسجد کی دہائی اور چیخ پکار کی کیا حاجت۔ بلکہ بجائے اس کے ہمارے صریح اقوال بین یدی الخطیب و عند المنبر و علی المنبر پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ جسکی تصریح ہماری تمام کتب معتبرہ متون و شروح و فتاوی میں ہے اور کہیں ہم نے اس کے خلاف عند باب المسجد یا علی باب المسجد نہیں کہا۔ ان واضح تصریحات پر بھی اگر کوئی شخص اپنے منشاء اس کے خلاف نتیجہ اخذ کرے وہ اس کے دماغ کا قصور ہے نہ کہ ہمارے بیان کی کمزوری۔

جواب اعلیٰحضرت ۔ یہ اذان خلاف سنت بلکہ بدعت بلکہ قریب کفر اور عند التحقیق کفر ہے کیونکہ داخل مسجد ہوئی اور داخل مسجد اذان دینا بارگاہ الٰہی میں بے ادبی ہے اور ہم اعلام و انصات کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ ہمارا ایمان مشائخ کے صرف اس مجمل قول لایوذن فی المسجد پر ہے۔ اور وہ بھی اتفاقیہ۔ ورنہ ہم انکے دوسرے اقوال بھی تسلیم کرتے۔ حالانکہ ہمارا ان کا کسی امر میں اتفاق نہیں۔ پھر مشائخ کرام کے اقوال ہم پر کیوں حجت ہونے لگے۔ وہ اپنے قول لایوذن فی المسجد کی کچھ ہی وجہ بیان کریں ہمارے نزدیک صرف اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ حکم محض اس وجہ سے ہے کہ اذان فی المسجد بارگاہ الٰہی میں بے ادبی ہے۔ ناظرین اب تو آپ سمجھے کہ درحقیقت مسلمانوں کے دھوکا دینے کے لئے اعلیٰحضرت نے مشائخ کرام کا قول پیش کیا تھا۔ ورنہ کجا حضرات مشائخ کا پاکیزہ و معقول و مدلل خیال اور کجا اعلیٰحضرت کا بے سروپا دعویٰ۔ دونوں میں کوئی مناسبت نہیں۔

فہمائش سوم ۔ اعلیٰحضرت کا مسئلہ اذان میں سرمایۂ ناز صرف فقرہ لایوذن فی المسجد ہے اسکی یہ حالت ہے کہ نہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول نہ صاحبین سے اسکی روایت نہ ان کی کتابوں میں اس کا ذکر نہ متون معتبرہ متداولہ میں اس کا نشان۔ بعض فتاوی میں اس کا ذکر اور اس کا بھی محل وہ جو ہم نے بیان کیا جس کی وجہ سے وہ ہم کو مفید ہوا اور اعلیٰحضرت کا خود ساختہ مطلب برا مل اس سے دور رہا۔ اب پھر اسی کے متعلق گذارش ہے کہ فتاوی **قاضی خاں** میں وہ جس سے اعلیٰحضرت نے اپنے فتوی مبارکہ میں اس فقرہ کو نقل کیا ہے، اس طرح وارد ہوا ہے۔ وینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد چونکہ اس تمام عبارت کو اعلیٰحضرت اپنے حق میں مضر سمجھ گئے تھے اس وجہ سے اس کا پہلا حصہ اڑا گئے اور صرف جملہ لایوذن فی المسجد پر قناعت فرمائی۔ اس عبارت میں مئذنہ و خارج مسجد کو باہمی ایک دوسرے کا قسیم اور مقابل

قرار دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر کہ مئذنہ اندرون مسجد فرض کیا گیا ہے ورنہ خارج مسجد ہونے کی صورت میں خارج مسجد کا تقابل صحیح نہیں اب اعلیحضرت کے لئے یہ مصیبت کہ اگر مئذنہ کو داخل مسجد مانتے ہیں تو امر حق کا اعتراف ہوتا ہے جس سے ان کو لرزہ آتا ہے اور خارج مسجد تسلیم کرنے میں عبارت کی بے ربطی عیاں ہے۔ ایسی حالت میں اعلیحضرت اس جملہ تنبیہی ان یوذن لہ کو حذف نہ کرتے تو کیا کرتے۔ اہل حق کے طور پر تقابل صحیح کیونکہ وہ خواہ مخواہ اذان کو مسجد باہر نہیں کرتے۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ اذان ایسی جگہ دی جائے جہاں سے اعلام بخوبی ہو سکے خواہ داخل مسجد یہ بات میسر آوے یا خارج مسجد۔ چونکہ مسجد کے دالان صحن میں عموماً در و دیوار حائل ہونے کی وجہ سے اعلام میں نقصان نظر آیا اس وجہ سے یہ حکم دیا کہ اذان مئذنہ پر ہونا چاہئے یا خارج مسجد کہ اول الذکر گو داخل مسجد ہے لیکن اسکی بلندی کی وجہ سے اعلام میں نقصان نہوگا اور آخر الذکر خارج مسجد میں دیوار و در حائل نہونے کے باعث اعلام بخوبی ہوگا۔ اور چونکہ مسجد کے صحن و دالان میں یہ بات نہیں اس وجہ سے انکو لا یوذن فی المسجد کہہ کر مستثنیٰ کر دیا کیونکہ جب خارج مسجد اور مئذنہ (داخل مسجد) اذان کے لئے مخصوص ہوئے تو اب سوائے صحن و دالان کے کیا باقی رہا جو ممانعت کے حکم میں آئے۔ درحقیقت اہل حق کو اسکی بھی ضرورت نہیں کہ مئذنہ کو داخل مسجد میں حصر کریں کیونکہ انکو مد نظر اعلام ہے۔ اب خواہ مئذنہ داخل مسجد ہو یا خارج مسجد وہ دونوں صورتوں میں اذان جائز رکھتے ہیں تخصیص کی ضرورت اعلیحضرت کو ہے کہ انکے طور پر فرض ہے کہ مئذنہ خارج مسجد ہو اور یہی تخصیص عبارت کو مہمل و بے ربط بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ عموم کی صورت یا مئذنہ کے داخل مسجد ماننے کی حالت میں عبارت کل بدنما عیب سے پاک رہتی ہے۔ اعلیحضرت اگر کلمہ تنبیہی پر ہی نظر غائر ڈالتے تو ان کو اپنا استدلال باد ہوا نظر آتا۔ کہ یہ کلمہ عموماً اولویت میں مستعمل جس سے ثابت کہ اذان اگر خارج مسجد اولیٰ و افضل ہے تو داخل مسجد غیر اولیٰ نہ کہ خلاف سنت و بدعت۔ اور اگر کسی اصولی قاعدہ سے اعلیحضرت تنبیہی کے معنی کھینچ کر دکھائیں سو اس کا درجہ اسی قدر ماننا چاہئے کہ اس قاعدہ کی رو سے یہ حکم ہے نہ یہ کہ اس کو نص صریح کا ہم وزن قرار دیکر تمام مسلمانوں کے لئے تفسیق و تکفیر کا دروازہ کھول دینا اور بیٹھے بٹھائے جامے سے باہر ہو کر سب کو مغلظات سنانا۔ مسلمانو! تم نے دیکھا کہ حضرات مشائخ کرام اس مسئلہ میں کس قدر نرم اور موجودہ مدعی ئے تجدد کس قدر گرم ہیں۔ پھر جو دونوں میں بین تفاوت ہے وہ جدا رہا جب ایسی بے بنیاد بات اور ضعیف حجۃ بلکہ باطل شبہ پر اعلیحضرت نے یہ شور محشر برپا کر دیا تو نہ معلوم اس وقت کیا قیامت ڈھاتے جبکہ دلیل میں قوت اور دعویٰ میں قدرے معقولیت ہوتی۔

فہمائش چہارم جب اعلیحضرت نے اعلام و انصات کے فرق کا خاتمہ کر دیا اب انکو اذان خطبہ پر ہاتھ صاف کرنے کو کون روک سکتا تھا؟ انہوں نے اذان پنجگانہ کی مد میں اذان خطبہ کو بھی شامل کرکے سب دہان بائیس پسیری کی مثل صادق کی اور یہ نہ سمجھے کہ لا یوذن فی المسجد اذان پنجگانہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ یہاں اعلام غائبین مقصود۔ اعلام کامل عموماً اندرون مسجد نہیں ہوتا لیکن اذان خطبہ نے کیا قصور کیا کہ اس کو بلا وجہ بلا سبب مسجد باہر کیا جبکہ اس کی غرض محض انصات حاضرین ہے کہ وہ اذان سنکر خطبہ کے لئے مستعد ہو جاویں۔ اسکے لئے تو یہی موزوں ہے کہ اندرون مسجد ہو۔ آپ جو لا یوذن فی المسجد پر ناز ہے تو آپ کے مخالف کے لئے بین یدی الخطیب و عند المنبر و علی المنبر کافی ہیں۔ آپ اگر مصلحت اعلام نظر انداز کرکے لا یوذن میں تعمیم فرماوینگے اور اس طرح اذان خطبہ پر بھی اسکو حاوی ثابت کرینگے تو آپ کے مخالف کے لئے بھی یہ گنجائش ہے کہ وہ بین یدیہ میں تعمیم کرکے آپ ہی کے اصول پر اذان اندرون مسجد ثابت کر دے اور آپ کی طرح کہے کہ بین یدیہ صرف محاذات کو چاہتا ہے خواہ داخل مسجد ہو یا خارج مسجد آپ کیوں خارج مسجد کے خواہ مخواہ ٹھیکہ دار ہوتے ہیں۔ اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے نہ ہونے اذان خطبہ داخل مسجد ہونے پر زور دیا ان سے الٹی سیدھی گفتگو کرکے آپ بظاہر عہدہ برآ ہو گئے لیکن بحمد

کسی امر کا مدعی ہو کر صرف آپکے دعوی کی بیخکنی کرنا چاہے اس کا آپ نے کیا تدارک کیا ہے۔ وہ آپ ہی کے قول سے آپ کے دعوی کی تردید کر سکتا ہے اور آپ اُف بھی نہیں کر سکتے۔ فرمایئے آپ ہی نے تو یہ جابجا ارشاد فرمایا ہے کہ بین یدیہ میں کیا دھرا ہے وہ تو صرف محاذات کو چاہتا ہے۔ گز ڈیڑھ گز میں محصور نہیں ہو سکتا۔ جب اس میں اس قدر تعمیم ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ باب مسجد پر اذان کا حصر کر دیں کہ نہ آگے بڑھنے کی گنجائش نہ پیچھے ہٹنے کی۔ آپ کی اس تعمیم کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اذانِ خطبہ ہر طرح جائز ہے خواہ داخل مسجد ہو یا خارج مسجد۔ خارج مسجد کی صورت میں باب مسجد پر ہو یا سڑک پر یا شرعیہ کے محاذی ہو آپ اس لفظ کے اطلاق سے دوسروں کا حصر باطل کر رہے ہیں اور اپنے حصر کی خبر نہیں لیتے کہ وہ بھی ان کے حصر کے ساتھ دم توڑ رہا ہے۔ آپ کا یہ عذر لنگ یہی یہاں نہیں چل سکتا کہ میں مانع ہوں در میرے مخالف علماء بین یدیہ سے استدلال میں نے اس میں اطلاق و تعمیم کر کے ان کے استدلال کا خاتمہ کیا کیونکہ آپ کا مخالف وہ ہے جس کا مدعا صرف آپکے دعوی کی بیخکنی ہے اور بس۔ وہ اس عذر بارد کو پامال کرتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ آپ اس ترکیب سے ظاہر ہیں نہ زوال میں کسی کے استدلال کا خاتمہ کر سکتے ہیں لیکن کتب فقہیہ میں جو عام طور پر لفظ بین یدی الخطیب وارد ہو گیا ہے اس کو نہیں محو کر سکتے اور نہ اپنے اس لکھے ہوئے سے منحرف ہو سکتے ہیں کہ (بین یدیہ میں کیا دھرا ہے وہ صرف محاذات کو چاہتا ہے گز ڈیڑھ گز میں محصور نہیں ہو سکتا) بس میرے لئے (کہ بار استدلال سے سبکدوش ہوں) فقہاء کرام کا وہ لفظ (بین یدی الخطیب) اور آپ کی یہ تحریر (جو اس لفظ میں تعمیم ثابت کر رہی ہے) آپکے استیصال دعوی کے لئے کافی ہے۔ اب آپ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ لایوذن فی المسجد کے عموم کی یہاں حصر ثابت کریں۔ اس طرح کہ بین یدیہ کو جو صرف محاذات کو چاہتا ہے عموم سے معری کر کے اذان خطبہ کو باب مسجد میں محصور کر دیں۔ یہ ترکیب اس وجہ سے بیکار ہو گئی کہ لایوذن کی طرح اب بین یدیہ بھی عام ہے تسلیم کیا کہ لایوذن میں عموم ہے کہ تمام اذانوں کو حاوی ہے حتی کہ اذان خطبہ بھی اس کے دائرہ عموم میں آگئی لیکن اسی طرح بین یدیہ جو اذان خطبہ کے متعلق وارد ہوا ہے عام ہے۔ اس طرح کہ داخل مسجد و خارج مسجد دونوں کو شامل ہے۔ لایوذن اپنے عموم کی وجہ سے اذان نجگانہ و اذان خطبہ دونوں کو شامل اور بین یدیہ اپنے عموم کے سبب داخل مسجد و خارج مسجد دونوں کو حاوی پس ایک کو اپنے عموم پر باقی رکھنا اور دوسرے کو خاص قرار دینا تحکم و زبردستی ہے یا نہیں۔ اگر لایوذن آپکے نزدیک بین یدیہ کا مخصص ہے تو اسی طرح بین یدیہ لایوذن کا کیوں مخصص نہیں ہو سکتا۔ لایوذن کی تخصیص کا اگر یہ ثمرہ ہے کہ اذان باب مسجد پر محصور ہوگئی تو بین یدیہ کی تخصیص کا یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ اذان خطبہ داخل مسجد ہونے لگے بلکہ تبادر کے لحاظ سے وہیں محصور ہو جاوے۔ آخر بین یدیہ کے مفہوم کو آپ بھی عام تسلیم کرتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ اس کا عموم آپ ہی نے سب کو سمجھایا جب آپ ہی کا سمجھایا ہوا مطلب آپ کے دعوی کا استیصال کرنے لگا تو آپ نے اس کی حفاظت اس طرح کی کہ گو بین یدیہ کی رو سے اذان داخل مسجد ہو سکتی ہے کہ یہ صرف محاذات کو چاہتا ہے لیکن لایوذن فی المسجد اس کا مخصص ہے۔ اس وجہ سے ہم اس عام کو عام مخصوص منہ البعض کے قبیلہ سے گردانیں گے۔ اسی طرح آپ کے مخالف کو بھی گنجائش ہے کہ وہ کہے کہ گو لایوذن فی المسجد کی رو سے اذان خطبہ داخل مسجد نہیں ہو سکتی کہ وہ تمام اذانوں کو حاوی ہے لیکن بین یدیہ اس کا مخصص ہے۔ اس وجہ سے ہم اس عام (لایوذن) کو عام مخصوص منہ البعض کے قبیلہ سے گردانیں گے۔ اور علی المنبر و عند المنبر سے جو قرب متبادر ہے اس کے لحاظ سے اذان خطبہ کو اندرون مسجد محصور کر دیں گے۔ آخر اس کی وجہ کیا کہ ایک عام (لایوذن) دوسرے عام (بین یدیہ) کا مخصص اور بمنزلہ استثنا کے قرار پائے اور دوسرے عام کو اس منصب تخصیص و استثنا سے محروم کیا جاوے۔ دونوں لفظ فقہاء کی عبارت میں وارد ہوئے ہیں۔ فرق تو اس قدر کہ بین یدی الخطیب اور بین یدیہ کی تصریح سے ان کی کوئی کتاب خالی نہیں اور لایوذن فی المسجد سے تمام متون اور اکثر شروح و فتاوی عاری ہیں۔ پھر آپکی سمجھ میں باوصف بین یدیہ کو عام ان کر دد

بات کیا آئی ہے جس سے آپ نے لایوذن کو عموم کیلئے انتخاب کیا ہے اور بین یدیہ کو تخصیص کے لئے اور وہ کیا معیار ہے جس کے ذریعہ آپ نے دونوں کو پرکھ کر ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے۔ کیا آپکی نظر سے وہ واقعہ نہیں گذرا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو مختلف فیصلے دئے ہیں۔ حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فیصلہ تھا کہ اسکی عدت ابعد الاجلین ہے اسکی بنا صرف یہ تھی کہ ہر دو آیت کریمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکے عموم پر باقی رکھا تھا اور ہر ایک کو دوسرے کا مخصص قرار دیکر یہ احتیاطی فیصلہ فرمایا کہ عدت ابعد الاجلین ہونا چاہئے۔ اور کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ دی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چونکہ جانتے تھے کہ آیۃ کریمہ اولات الاحمال الآیہ متاخر ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے اس امر میں جس میں مزاحمت تھی اس کو ناسخ قرار دیا۔ لیکن آپ کے پاس کیا ایسی زبردست دلیل ہے جس کی رو سے آپ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکو۔ آپ اس مقام میں کوئی احتیاطی بھی فیصلہ دینے کے قابل نہیں رہے کیونکہ یہ توجب ہوتا کہ آپ اپنے قول کو احوط کہتے ہیں اور مخالف کی رائے کو غیر محتاط۔ آپ نے ستم یہ کیا کہ مسئلہ کو سنت و بدعت میں دائر کر دیا بلکہ اذان اندرون مسجد کو بارگاہ الٰہی کی بے ادبی و گستاخی فرما گئے۔ آپ کو یہ کب سزاوار ہے کہ یہ کہہ کر کہ اذان علی باب المسجد کی صورت میں دونوں پر عمل ہو جاتا ہے کیونکر عقب گذاری کر سکتے ہو مخالف آپکا یہ نہ کہیگا کہ حضرت احتیاط کو آپ سردست بالائے طاق رکھئے۔ آپ تو مسجد میں اذان کو بارگاہ الٰہی کی بے ادبی فرماتے تھے۔ اور یہ لیجئے وہ بین یدیہ جس کو آپ نے بھی عام فرمایا ہے اس کا عموم آج یہ ستم ڈھا رہا ہے کہ مسجد میں بھی اذان دینے سے نہیں روکتا۔ رہی آپکی بدعت و بے ادبی اس کا اثبات آپ کے ذمہ لیکن بین یدیہ کے عموم سے آپ کو کہاں مفر۔ اس عموم نے تو اذان کو مسجد میں داخل کر ہی دیا گو کہ اس کا دخول غیر احوط ہی کیوں نہو لیکن بدعت و کفر کے نرغہ سے تو نکل گیا۔ اس قدر تنزلات و ارخاء عنان کے بعد دیکھنا چاہئے اعلیٰ حضرت کیا جواب شافی عطا فرماتے ہیں کیونکہ یہ مصیبت خود انہوں نے اپنے ہاتھوں مول لی ہے۔ بقول شخصیکہ ع

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں ۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

صرف اس بحث کے تصفیہ سے تمام نزاع کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ براہ کرم اعلیحضرت اس کا شافی جواب دیں ورنہ مسلمانوں پر تشدد و سختی کرنے سے تائب ہو جاویں۔ البتہ اپنے اتباع و اذناب کو جس قدر چاہیں اجر تقسیم کریں ہم کو اس سے بحث نہیں لیکن اس بنا پر دوسروں کی تضلیل و تفسیق نہ فرماویں

فہمائش پنجم۔ اعلیحضرت نے لایوذن فی المسجد کے عموم پر خوب عمل کیا کہ اذان خطبہ تک بھی اس عموم کے تحت میں داخل کر دی لیکن ساتھ ہی اس کے کئی تصریحات فقہاء کرام کے عموم کا خون کر دیا۔ رد المحتار کی اس جلیل تصریح وینبغی للموذن ان یوذن فی موضع یکون اسمع للجیران میں فی موضع عام ہے جس سے بداہۃً ثابت کہ اذان خواہ کسی جگہ ہو لیکن اسمع للجیران ہو۔ اعلیحضرت کے نزدیک فی موضع سے خارج مسجد مراد ہے۔ ایک خون یہ ہوا۔ دوسرا یہ کہ بین یدیہ کو خود بھی عام مان کر کہ (اسمیں کیا دھرا ہے یہ صرف محاذ کو چاہتا ہے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر) اس کی تخصیص کر بیٹھے کہ اذان باب مسجد پر ہونا چاہئے۔ نہ اس سے آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے۔ اور اپنا قول فراموش کر گئے جو شخص اپنے تسلیم کردہ عموم کا اس بیدردی سے خون کرے اس سے عمومات فقہاء کرام کے خون کرنے کی کیا شکایت۔ اعلیحضرت نے لایوذن فی المسجد پر تو بظاہر عمل کیا لیکن یہ خیال نہ فرمایا کہ مصلحت اعلام فقہاء کرام کے نزدیک اس قدر وسیع ہے کہ موذن کو اعلام کی خاطر استدارہ اور گھومنے کی بھی اجازت دے دی جسکی تصریح گذر چکی۔ اس کا فقرہ یہ ہے کہ ویستدیر فی المنارۃ یعنی ان لم یتم الاعلام بتحویل وجہہ مع ثبات قدمیہ فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو مقصود اعلام ہے خواہ کسی جگہ اور کسی طریق سے ہو حتیٰ کہ گھوم کر ہو یا مسجد میں یا مسجد کی چھت پر چنانچہ علامہ شامی نے اس کی تصریح ہی نہیں کی بلکہ حدیث صحیح سے مدلل کر دیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ سقف مسجد پر بعد تعمیر مسجد اقدس اذان دیا کرتے تھے فرمائیے۔ یہ اذان داخل مسجد ہوئی یا خارج مسجد۔ مسجد کی چھت کی نسبت فقہاء کی تصریح ہے کہ وہ حکم میں مسجد کے ہے۔

ہدایہ میں ہے لان سطح المسجد لہ حکم المسجد حتی یصح الاقتداء منہ بمن تحتہ ولا یبطل الاعتکاف بالصعود الیہ ولا یحل للجنب الوقوف علیہ۔
دیکھیے کیا تصریح جلیل ہے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے حتی کہ جو نمازی چھت پر ہیں۔ ان کا اقتداء صحیح۔ چھت پر چڑھنے سے اعتکاف نہیں باطل ہوتا۔ جنب کو وقوف وہاں جائز نہیں۔ صاب فرمائیے اس کے مسجد ہونے میں کیا شبہ رہا۔ نہایہ حاشیہ ہدایہ میں اس کی اور تختی کر دی گئی۔ لان حکم المسجد فی السقف والہواء جمیعًا یعنی چھت تو بجائے خود رہی اس کی ہوا کو بھی مسجد کا حکم ثابت اس سے بڑھ کر فتح القدیر کی تصریح ہے کہ لان سطح المسجد لہ حکمہ الی عنان السماء یعنی سقف مسجد سے لیکر آسمان تک جو اس چھت کی محاذات میں ہے سب حکم مسجد میں ہے۔ اس سے بداہتہً یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ اندرون مسجد اذان دیا کرتے تھے۔ یہ بھی ہم نے تنزلاً کہا کہ نتیجہ نکلا ورنہ یہ نص خود اس بارے میں ناطق ہے کہ عہد اقدس میں حضرت بلال دائمی طور پر اندرون مسجد اذان دیتے رہے اب اگر مسجد میں اذان دینا بارگاہ الٰہی کی بقول اعلیٰحضرت بے ادبی و گستاخی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ بارگاہ الٰہی کی بے ادبی و گستاخی کرتے رہے۔ لطف یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو منع نہ فرمایا اور اس بے ادبی سے ان کو نہیں روکا اور گستاخی بھی ایسی گستاخی جو دائمی تھی۔ اور کس کی گستاخی بارگاہ الٰہی کی اور صادر کس سے ہوئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اور انکی اجازت کس نے دی العیاذ باللہ اس مقدس ذات صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی بعثت کا اعلیٰ مقصد یہ تھا کہ تمام بندوں کی گردنیں مالک حقیقی کے سامنے خم کرادیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ اعلیٰحضرت فرمادیں کہ لایؤذن فی المسجد سے مرتبہ میں یہ تصریح کم تھی جو آپ تو اس کو نظر انداز کر گئے۔ اور یہ اعظم ترین قباحت آپ نے اختیار فرمائی۔ ان تمام ذلتوں کا سرچشمہ صرف ایک بات ہے کہ آپ نے مصلحت اعلام کو نظر انداز کیا۔ کیا تماشہ کی بات ہے کہ بعض فقہاء کرام لایؤذن فی المسجد اعلام کی مصلحت سے فرما رہے ہیں۔ اعلیٰحضرت اسکی علت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گستاخی قرار دے رہے ہیں۔ زہے اعلیٰحضرتی و ملائی

تجلی سوم

اعلیٰحضرت کے اس فقرہ (مجہول یا جاہل سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق) پر یہ اعتراض ناظرین کو ضرور ہوگا کہ مصنف القول الاظہر گو مجہول یا جاہل سہی لیکن اعلیٰحضرت بھی اگر ہیں تو صرف ایک مفتی دوسرے مفتیان کرام برابر ہر سائل کا جواب دیتے ہیں اور یہ عذر سائل سے نہیں کرتے کہ چونکہ تم مجہول یا جاہل ہو تم سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق۔ حالانکہ سائل سے یقینًا علم و فضل میں انکو فوقیت ہوتی ہے۔ اس خدشہ کو ناظرین اس طرح دفع کریں کہ دوسرے مفتیان کرام مثل اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ نہیں ہیں۔ یہ صرف مجدد مائۃ حاضرہ ہی کو زیبا ہے کہ دینی مسئلہ میں بھی دنیوی وجاہت وجاہ و طمطراق کا لحاظ کر کے جواب دے۔ ورنہ پھر مجدد و غیر مجدد میں کوئی امتیاز باقی نہ رہیگا۔ اب اگر ناظرین کو کسی قسم کا خدشہ رہ سکتا ہے تو صرف یہ کہ منصب مجددیت اُن کو کیسے حاصل ہوا۔ ظاہر ہے کہ محض فتوی نویسی اس کا سبب نہیں ہو سکتی ورنہ ہندوستان کے تمام مفتیان کرام اس منصب عالی کے کیوں سزاوار نہیں۔ خصوصًا اسلامی ریاستوں مثل حیدرآباد دکن۔ بھوپال ٹونک وغیرہ کے مفتیان کرام کہ وہ منجانب ریاست خدمت فتوی نویسی کے لئے فارغ کر دیئے گئے ہیں اور جن کا شب و روز یہی کام ہے۔ اس وجہ سے یہ نہایت قرین قیاس ہے کہ وہ اعلیٰحضرت سے بھی زائد وسیع النظر ہوں۔ پس محض فتوی نویسی ہی اگر اس کا سبب ہوتی تو پھر مجددیت کا سہرا بجائے اعلیٰحضرت کے ان کے سر بندھنا چاہئے۔ رہی تدریس تو اس کا اعلیٰحضرت نے کسی زمانہ میں صرف خواب ہی دیکھا ہے کہ وہ ان کو خواب پریشاں کی طرح یاد بھی نہ رہا۔ کثرت تالیفات کے باعث بھی وہ اس منصب کے مستحق نہیں ہو سکتے کیونکہ کثرت تعداد کی صورت میں کسی طرح

فاضل بریلوی صاحب کو حضرت بلال [illegible]

فاضل بریلوی صاحب کا علم عصر [illegible]

وہ نواب صدر الدین حسین خانصاحب رئیس بڑودہ سے نہیں بڑھ سکتے۔ کہ جنہوں نے انسان کی ابتدائی حالت سے لیکر انتہا تک تدریجی مراتب سے بحث کرتے ہوئے اس کے اعمال و افعال کے متعلق نہایت مبسوط بحث اس طرح لکھی ہے کہ ہر عمل و فعل پر ایک رسالہ تحریر فرما دیا ہے۔ اس وجہ سے ان کا شمار تصنیف کئی سو ہو گیا ہے۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے لطف یہ کہ یہ تصانیف عموماً انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا پہلو لئے ہوئے ہیں اس طرح کہ غیر مسلم کے دل میں اسلام کی خوبیاں راسخ ہوں اور مسلمان اپنے جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہیں۔ ان میں بے دردی کے ساتھ تفریق بین المسلمین اور انکی تکفیر و تفسیق و تضلیل کا سبق نہیں پڑھایا گیا بلکہ صلح اور اتفاق کا کافی درس دیا گیا ہے کہ جس کے فقدان کے باعث موجودہ نحوست مسلمانوں پر سوار ہے۔ اور دقتِ مضامین و کثرت افادہ و زیادتی حجم کے لحاظ سے اعلیحضرت کی تالیفات کو حضرت مخدوم الانام عالیجناب استاذنا المعظم مولٰنا مولوی حکیم حاجی سید برکات احمد صاحب مدظلہم العالی و حضرت حقائق آگاہ عارف باللہ مولٰنا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب دامت برکاتہم معین المہام امور مذہبی صوبہ دکن کی تالیفات کے ساتھ سوائے تضاد کوئی نسبت نہیں ہر دو مخدوم کی تصانیف نہایت پر مغز و بیحد مفید ہیں کہ جو نہ صرف عوام کو مفید بلکہ ان ہر دو یہ گوہر کی بعض تصانیف سے خواص علما بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ غرض

ف عام افادہ کی غرض سے ہم ان ہر دو نادرۂ روزگار کی بعض مخصوص تصانیف کا نقشہ پیش کرتے ہیں تاکہ بعض حضرات مطلع ہو کر ان سے مستفید ہوں اور اجمالی طور پر ناظرین کو ان کی باوقعت تصانیف کا اندازہ ہو۔ اگرچہ ان میں سے بعض مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں اور ہمارے تعارف سے قطعاً بے نیاز۔

فہرست تصانیف حضرت مولٰنا محمد انوار اللہ صاحب

معین المہام امور مذہبی صوبہ دکن

نام کتاب	کیفیت
۱۔ انوار الوردود فی مسئلہ وحدۃ الوجود	یہ مسئلہ وحدۃ الوجود میں قابل دید رسالہ ہے۔
۲۔ انوار اللہ	
۳۔ انوار احمدی	آداب زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔
۴۔ انوار الحق	ایک تحریر مرزائی کا دندان شکن جواب ہے۔
۵۔ افادۃ الافہام ۲ جلد	مرزائی قادیان کی مشہور کتاب ازالۃ الاوہام کی تردید ہے
۶۔ کتاب العقل	عقل کی رو سے نقل کی اہمیت ثابت کی ہے
۷۔ حقیقۃ الفقہ ۲ جلد	مباحث امام اعظم و اثبات قیاس شرعی و تقلید میں بے نظیر کتاب ہے۔
۸۔ مقاصد الاسلام جلد ۱	شمس العلماء شبلی نعمانی کی مشہور کتاب الکلام کی محققانہ تنقید ہے
۹۔ " جلد ۲	
۱۰۔ " جلد ۳	
۱۱۔ " جلد ۴	
۱۲۔ " جلد ۵	
۱۳۔ " جلد ۶	اس میں طائفہ نامیہ کی نمائش نہایت دلسوزی کیساتھ کی گئی ہے
۱۴۔ " جلد ۷	
۱۵۔ " جلد ۸	
۱۶۔ مفاتیح الاعلام	نام کو تو افادۃ الافہام کی فہرست ہے لیکن مرزائے قادیان کا نہایت صحیح و مختصر خاکہ ہے
۱۷۔ بشریٰ الکرام	مولد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بے نظیر رسالہ ہے

فہرست تصانیف حضرت مولٰنا حکیم سید محمد برکات احمد صاحب مدظلہ

نام کتاب	کیفیت
۱۔ الحجۃ الباہرۃ فی تردید ہفوات الفلاسفہ	فلاسفہ کے امہات مسائل کا ابطال کر کے جدید کلام کی بنیاد ڈالی ہے تقریباً ۳۰ جزر میں مطبع اشاعۃ العلوم حیدرآباد میں طبع ہوئی ہے۔
۲۔ رسالۂ توحید	متکلمین و مشائیہ و صوفیۂ کرام و اشراقیہ کا جداگانہ مسلک توحید بیان کر کے توحید وجودی ثابت کی ہے
۳۔ اتمام الکلام فی تحقیق حقیقۃ الاجسام	
۴۔ رسالہ وجود العلم قدیم	
۵۔ رسالہ وجود العلم جدید	
۶۔ تعلیقات علی التاریخ	
۷۔ حاشیہ حمد اللہ	
۸۔ تعلیقات و حاشیہ امور عامہ	
۹۔ حاشیہ میر زاہد رسالہ	
۱۰۔ حاشیہ ترمذی شریف	
۱۱۔ تعلیقات بر شرح اسرار ای	

یہ وجہ بھی باعثِ مجددیت نہیں ورنہ یہ ہردو بزرگوار اس منصب عالی کے بہ نسبت اعلیحضرت بہت زیادہ مستحق ہیں۔ پھر آخر وہ کیا فضائل ہیں جس نے خاک پاک بریلی کے ایک ملٹی کو مجدد بنادیا۔ یہ ایک سوال ہے جو ناظرین کو حیرانی میں ڈال سکتا ہے۔ اس سوال کے حل کے لئے اعلیحضرت کے بعض ایسے فضائل کا تذکرہ ہم نمبروار کرتے ہیں جس سے ناظرین کے ہاتھ ایک دستورالعمل آجائیگا کہ چودھویں صدی کی تجدید کیلئے یہ شرائط تھے کہ جو سوائے اعلیحضرت کے کسی عالم و مفتی و عارف کو نصیب نہ ہوئے اور اس طرح ہمیشہ کے لئے انکا یہ خدشہ رفع دفع ہوجائیگا۔ **فضیلت ۱۔ پہلودار گوئی** ۔ اعلیحضرت اپنے مخالفین کو شدت غیظ میں بھی بجائے سب شتم صرف پہلودار بات سناتے ہیں۔ چنانچہ اپنے مقتل اکذب اجہل کے صفحہ ۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ انہیں کوئی پہلودار لفظ؛ امداد سنی مسلمان بننے والوں کی تہذیب میں آگ لگی حقیقت میں یہ انکی شانِ تجدید ہے۔ کہ بحالت غیظ بھی وہ فرط تحمل سے صرف پہلودار الفاظ استعمال فرماتے ہیں نہ کہ صریح سب وشتم۔ ہم نے بھی انکی بعض تصانیف کا مطالعہ کیا واقعی ایسے مواقع میں پہلودار الفاظ معائنہ میں آئے کہ جو صرف ایک پہلو رکھتے ہیں۔ ان پہلودار الفاظ میں آپ کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے خلقت اس کو فحش وابہام فحش و بازاری گفتگو کہتی ہے۔ مگر یہ انکی غلطی ہے اور اعلیحضرت کے ساتھ سوءظنی ہم انکی بعض کتب سے بحوالہ صفحات چند مثالیں پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے کہ اعلیحضرت کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ کوئی پہلودار لفظ کہا یا عام مخلوق کا یہ گمان کہ وہ پہلودار لفظ نہیں بلکہ فحش و بازاری گفتگو ہے۔ پہلے لفظ تین کے مختلف استعمالات پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت ممدوح صدرالصدور صاحب بالقابہ نے اور بھی آسانی دیکھی بدایونیوں کو دوہی کا جوتا بویا ملا تھا وہابیہ ورامپوری انہیں تین کا ملا۔ صفحہ ۳۰ اجل الرضا۔ تین چوتوں پر تین روپیہ انعام فی چوٹ ایک روپیہ۔ مقتل کذب و کید صفحہ ۵۶ تیسرا ان کے نصیبوں کا سب میں سیدھا۔ سدالفرار صفحہ ۱۱۔ اگر یہ کمال بے حیائی اپنی دوشقی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کرلے۔ وقعات السنان صفحہ ۲۸۔ مسماۃ یہ تیسرا ابھی کیسا ہضم کرگئی۔ وقعات السنان صفحہ ۴۶ تیسرا دونوں سے بڑھکر سدالفرار صفحہ ۵۰ یہی مینول اگر یہ نے ہضم فرمائے۔ سدالفرار صفحہ ۵۰ بیچ میں سے تین حرف کا جملہ پکڑلیا۔ وقعات السنان صفحہ ۴۸۔ ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالئے۔ دیکھئے وہ رسیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔ وقعات السنان صفحہ ۵۰ باقی امثلہ کو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔ اب وہ مثالیں پیش ہیں جن میں عدد تین کی پابندی نہیں ہے۔ اور پہلودار ہونے میں امثلہ مذکورہ کے موافق ہیں۔ اس پہ اگر گرہ والی یوں نکھرتی ہے۔ سدالفرار صفحہ ۱۹۔ آپ معمول مجہول کا پیوند جوڑ کر دخول کی مشکل آسان بھی کرلیں۔ سدالفرار صفحہ ۳۹۔ تمہارا نام الف کے تلے لیں۔ وقعات السنان صفحہ ۱۰، ہے ہے، آدھی لکھی ہے سے پوری ڈلی وقعات السنان صفحہ ۴۸۔ پہلے مانس کی صورت شیطان ملعون کی ٹانگ تلے آکر کفر زبان سے نکالدیا۔ رسلیا والا بھی کیا یاد کریگا کہ کسی کتے سے پالا پڑا تھا۔ اب وہ کھولوں جس سے مخالف چندھیا کر چٹ ہوجاوے۔ وقعات السنان صفحہ ۵۰۔ سب پر ابلیس ایک طرح سوار۔ دوسرا اور مسماۃ کی گرہیں کھولنے اترتا ہے۔ وقعات السنان صفحہ ۲۵ سوال ۴۳ میں فلاں فلاں کے سوراخوں والا بیان نہ بھول جانا۔ وقعات السنان صفحہ ۴۵۔ اپنی سواں رسلیا والے پر ٹھیک اتر گیا۔ وقعات السنان صفحہ ۵۶ مت کٹی کیوں نہیں جاری وقعات السنان صفحہ ۶۱ رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کرگئیں۔ اب مسلمان کے چھلنے

ملہ فقیر کی رائے میں باعتبار تقوی و صلاح وکثرت فیوضات و برکات اس دورکے حقیقی و اصلی مجدد یہی ہردو بزرگوار ہیں۔ کہ تمام اوصاف مجددیت ہردو میں موجود ہیں جسقدر سلسلہ تعلیم وتعلم و اقامت مدارس و اعانت اہل علم کا ظہور ان ہردو چشمہ ہدایت سے ہوا اسکی نظیر فقیر کی نظر میں مفقود۔ باب تجدید میں فقیر ان حضرت کا متبع ہے جو ایک عصر میں تعدد مجددین کے قائل ہیں۔ اس عصر میں اگر کسی جگہ انہیں اوصاف کیساتھ کوئی اور برگزیدہ ذات ہونگی تجدید کا بھی فقیر منکر نہیں۔ رسالہ میں ان ہردو بزرگوار سے اُس تجدید کی نفی کی ہے جو اعلیحضرت کے ساتھ مخصوص ہے۔ فافہم ۱۲۔ منہ

بریلوی صاحب کے فحش کی نسبت خلقت کی غلط فہمی اور اس کا حل

کو پھر کا والا کاٹتی ہے۔ وقعات انسان صفحہ ۹۰۔ یہ مثالیں بطور نمونہ پیش کی ہیں جن کو کل کے ساتھ ایک قطرہ کی نسبت ہے۔ ان الفا
کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلحضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں
دیا جا سکتا نہ کہ معاذاللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کرنا کہ یہ ایسی زبردست سفاہت وحماقت ہے کہ اسکے بعد حماقت کا
کوئی درجہ نہیں۔ اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں اور پاک
شہدوں کی کیوں نہیں معتقد ہو جاتی۔ جبکہ اسکے شیخ جیسے اوصاف ان میں بھی پائے جاتے ہیں اور کیوں نہیں سب کو مجدد
مائۃ حاضرہ مانتی جبکہ صفت خاصہ میں دونوں کو اشتراک ہے لیکن خلقت کا یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے اصل یہ ہے
کہ خلقت کی اصطلاح میں فحش وہ ہے جس کی طرف ذہن کا انتقال فی الجملہ ہو جاوے خواہ لفظ اسکے لئے موضوع ہو یا نہو۔ پھر
انتقال قریب ہو یا بعید۔ قرب کی صورت میں بطور لازم بین کے ہو یا نہو۔ اسکی طرف تبادر عرفاً وحقیقۃً ہو یا نہو سب فحش میں داخل
ہیں اور اس وجہ سے خلقت اس سے محترز بھی رہتی ہے۔ اعلحضرت کے نزدیک فحش کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ لفظ
خاص فحش کے لئے موضوع ہو۔ اور اسکے سوا کسی دوسرے معنی کی طرف ذہن منتقل ہی نہ ہو۔ بلکہ کھونٹی کی طرح اسی پر جم
کر رہجائے۔ بس صرف یہ فحش ہے اور باقی اقسام سب پہلودار میں داخل ہیں۔ اس خلاف کا ثمرہ یہ نکلا کہ الفاظ مذکورہ
خلقت کے نزدیک فحش ہیں۔ تو اعلحضرت کے نزدیک پہلودار۔ خلقت کہتی ہے کہ (تین چوٹوں پر تین روپیہ انعام کی چوٹ
ایک روپیہ) صریح فحش ہے کہ اس میں صراحۃً امر مذموم کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔ اعلحضرت فرماتے ہیں کہ لفظ
چوٹ ایک خاص قسم ضرب کی لئے موضوع ہے خواہ وہ پتھر کی پتھر کے ساتھ ہو یا لوہے کی لوہے کے ساتھ۔ اب اس سے
خواہ مخواہ تم وہ خاص بات سمجھ لو تو یہ تمہارے ذہن کا قصور ہے۔ اسی طرح لفظ تین خاص عدد کے لئے موضوع ہے۔ چوٹ
کے ساتھ اسکے اقتران سے کوئی جدا معنی نہیں پیدا ہوئے جو بحالت انفراد تھے وہی اب رہے۔ پس اس میں قباحت کیا
ہوئی۔ اسیطرح خلقت ان پر طعن کرتی ہے کہ اس فقرہ (اگر کمال بے حیائی اپنی دوشتی میں وہ تیسرا داخل بھی کرلے) میں
سراسر فحش ہے کہ اولاً دوشتی کے ساتھ لفظ تیسرا ہی فحش بنا دینے کے لئے کیا کم تھا جو داخل اور بے حیائی بڑھا کر اس کو اور
چار چاند لگا دئے۔ لیکن اعلحضرت کے لئے یہ کافی عذر ہے کہ بحالت انفراد کسی میں فحش نہیں۔ البتہ ان لفظوں کے اجتماع
سے ایسے لطیف معنی پیدا ہوگئے جس سے فحش متبادر ہونے لگا۔ لیکن محض تبادر فحش کے لئے کافی نہیں تا وقتیکہ فحش پر اس کا
انحصار وحصر نہو۔ ورنہ اشتراک کی صورت میں بھی فحش نہ رہیگا۔ یہ خلقت کی زیادتی ہے کہ وہ ایسے نفیس محاورات کو ادنی
انتقال ذہنی پر فحش کہنے لگی۔ اور اتنا خیال نہ کیا کہ کسی کلام کا فحش ہونا کوئی دل لگی نہیں ہے کہ معمولی تبادر ذہنی سے وہ
فحش ہو جاوے بلکہ تبادر کے ساتھ کلام کے فحش ہونے میں وضع یعنی اشتراک کی ضرورت ہے۔ البتہ اس قسم کا کلام
پہلودار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسیطرح خلقت یہاں بھی یہ طعن کرتی ہے کہ یہ جملہ (اُف ری رسلیا تیرا بھولا پن۔ خون پوچھتی جا اور
کہہ خدا جھوٹ کرے) سراسر فحش ہے کہ یہاں تبادر کے علاوہ وضع بھی ہے کہ خاص لفظ خون کا آگیا۔ اور پھر لفظ پوچھ کر
اور خدا کے جھوٹ کرنے نے تو اس فحش میں جان ڈالدی لیکن یہاں بھی اعلحضرت کہہ سکتے ہیں کہ بحالت انفراد کسی لفظ میں
فحش نہیں لفظ خون ایک خاص[غلط] کے لئے موضوع کہ جس کا استعمال تمام کتب طبیہ میں آتا ہے۔ آخر قتل کو بھی لوگ خون ہی
سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیا یہ بھی فحش ہے۔ اسی طرح لفظ پوچھنے کو سمجھئے۔ باقی رہا یہ کہ عام طور پر پاک شہدے اس کو مقام فحش
میں استعمال کرتے ہیں تو اس سے اعلحضرت پر کیا الزام۔ الزام تو جب ہوتا کہ اعلحضرت ان سے سیکھ کر لکھتے۔ اور جبکہ ایک
محاورہ پر دونوں کو توارد ہو جائے تو اس صورت میں اعلحضرت سے طعن مرتفع ہو جائیگا۔ کہ وہ تقلیداً کہتے ہیں اور اعلی
حضرت اجتہاداً خلقت کی زیادتی دیکھو کہ وہ اس فقرہ (تیسرا اسکے نصیبوں کا سب میں سیدھا) کو بھی فحش سمجھ بیٹھی

حالانکہ یہ تقدس مآب نعرہ نسبۃً بہت کم وزن کا ہے۔ اعلیٰحضرت کے حقائق جوش کو لحاظ کرتے ہوئے صرف اس قدر خفیف و بکے نقرہ کا صدور در حقیقت اعلیٰحضرت کی ایک عظیم الشان خرق عادت ہے محض اس وجہ سے کہ تیسرے کے ساتھ سیدھے کا اقرار ہو گیا۔ یہ فقرہ کیونکر فحش بن سکتا ہے۔ اگر بالفرض تین چیزوں میں صرف ایک چیز سیدھی ہو تو اس کا طریق ادا بجز اس طریق کے اور کیا ہے۔ اگرچہ اس مضمون خاص کو اس طرح بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ (تیسرا سوال یا جواب بالکل صاف و سیدھا ہے) لیکن لفظ سوال یا جواب کے حذف نصیبوں کی زیادتی سے جو لطافت پیدا ہو گئی ہے اور فقرہ میں جان پڑ گئی ہے اس کا یقیناً اس طرز بیان سے خون ہو جاتا۔ خلقت تہذیب کی دلدادہ ہے اور اعلیٰحضرت لطافت کے شیدائی۔ ہر دو کا اختلاف مذاق باہمی مخالفت کا باعث ہوا ورنہ بہت کچھ نہ تھی۔ اب اسی کو دیکھئے اردوئے معلّیٰ کی اصلی شان کے اظہار کے لئے اعلیٰحضرت نے یہ فقرہ استعمال فرمایا کہ (لب وہ کھولوں جس سے مخالف چندھیا کر پٹ ہو جائے) خلقت بجائے اسکے کہ اس پر نعرہ آفرین بلند کرتی۔ اور اعلیٰحضرت کی اردو دانی کی تعریف و تحسین کرتی وہ الٹا ان پر طعن کرتی ہے کہ یہ بازاری فقرہ ہے جس میں فحش بھی ہے کہ جو شایانِ شانِ علم نہیں خصوصاً ایسے شخص سے اس کا صدور نہایت قبیح ہے جو ایک عالم پر بالجبر اپنے تقدس کا سکہ بٹھا کر لوگوں کو بید ربغ دھڑا دھڑ مرید کر رہا ہے۔ اور صرف اسی پر قانع نہ ہو کر اپنی مجددیت کی بھی دھونس بٹھا رہا ہے۔ ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان و قلم سے ایسے سوقیانہ جملے نکلتے ہوئے دیکھ کر خیال ہوتا ہے۔ کہ اب قیامت آنے میں اگر کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی لیکن درحقیقت اس طعنہ زنی کا سبب خلقت کی عام بد مذاقی اور اردوئے معلّیٰ سے ناواقفیت ہے۔ خلقت تہذیب و شائستگی میں ایسی بہرشار ہے کہ اس کی دھن میں افسوس ہے کہ فقرہ کی لطافتوں پر مطلع نہ ہو سکی۔ اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ یہ فقرہ کس جگہ استعمال کیا گیا ہے جس مقام کا یہ فقرہ ہے وہاں اس سے پیشتر اعلیٰحضرت اپنے اثبات دعوی پہلے بڑے سیدھے کچھ دلائل بیان فرما چکے تھے۔ اس کے بعد وہ وقت آیا کہ اعلیٰحضرت اپنی تحقیقات خاصہ کا مینہ برسائیں کہ جس سے مخالف کو جائے دم زدن نہ رہے۔ اس مضمون کی ادائیگی میں اعلیٰحضرت نے فقرہ مذکورہ کو استعمال فرمایا ہے۔ کہ یہ مضمون محض اس جملہ سے بھی ادا ہو سکتا تھا کہ (اب وہ تحقیقات نفیسہ بیان کروں جن کے سامنے مخالف بھی سر تسلیم خم کر دے اور بجز سکوت اسکو چارہ نہو) لیکن (تحقیقات بیان کروں) سے زیادہ فصیح (کھولوں) ہے کہ اس میں ایک سر مکنون کی طرف لطیف اشارہ بھی ہے۔ پہلا جملہ اس عام اشارہ سے عاری ہونے کی وجہ سے اس قابل نہ رہا کہ اعلیٰحضرت کی فصاحت مآب تحریر میں آتا۔ اعلیٰحضرت جیسے بزرگ و شیخ کے سر مکنون پر نفس اطلاع ہی انسان کے متحیر و بدحواس بنانے کے لئے کافی ہے نہ کہ برائے العین اس کا مشاہدہ پھر بیچارے کی آنکھیں چندھیا کر پٹ نہ ہو جادیں تو پھر وہ کونسا ہولناک منظر دنیا میں ایسا ہے کہ جس سے پٹ ہونگی۔ اب فرمائیے کہ یہ جملہ زیادہ بلیغ ہے کہ جس میں اسقدر لطافتیں کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہیں۔ یا وہ سیدھا سادھا خشک جملہ جس کو خلقت اپنی عام بد مذاقی کے باعث پسند کرتی ہے۔ ہم تو اعلیٰحضرت کی پہلو دار گوئی کے قائل ہیں۔ کیا پر لطف ارشاد ہے۔ کہ (آپ معمول مجعول کا پیوند جوڑ کر دخول کی شکل آسان بھی کرلیں) حضرات علمار کرام بدایوں کو اذہن کے داخل مسجد ہونے پر اصرار تھا۔ اعلیٰحضرت کی لطافت طبع دیکھو کہ لفظ دخول کی مناسبت سے کہاں سے کہاں پہنچے۔ یہ ہیں اعلیٰحضرت کے لطائف جن کے سمجھنے کے لئے خلقت نے کبھی زحمت گوارا نہ کی۔ اس پر اعلیٰحضرت کو جس قدر اس سے شکایت ہو بجا ہے اعلیٰحضرت خلقت کی عام بد مذاقی کا لحاظ کرتے ہوئے بعض اوقات کنایہ کو خیرباد کہہ کر تصریح اختیار کر بیٹھتے ہیں اور اس طرح کلام پہلو داری کی حد سے نکلجاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے (رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں۔ اب مسلمان کے چھلکے کو پھر کا واکاٹتی ہے) یہاں ممکن تھا کہ گوہر سے موتی مراد لیتے لیکن لفظ چھلکے اور کا واکاٹنے اور چک پھیریاں نے اس طرف رہبری کردی جو اعلیٰحضرت کی عین مراد ہے۔ خلقت کے ایک نفیس طعن کو سنو! وہ کہتی ہے کہ ان فقرات (امنج

آگرہ والی یوں نکھرتی ہے۔ وہی بدایونیہ کا حربہ۔ سماۃ تیسری بھی کیسا ہضم کرگئی۔ دوسرا اللہ سماۃ کی گرہیں کھولنے اترتا ہے۔ رست کٹی کیوں نہیں جاری) میں فحش اور سوقیت کے علاوہ حضرات علماء کرام کی غایت درجہ کی تحقیر و توہین بھی ہے کہ ایسے حضرات کو جو عباد الرحمٰن اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں صاف لفظوں میں مونث کہا گیا ہے کہ جس کو سنکر بازاری داو باش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اب اس کے بعد وہ کون سا درجہ ہے جس کی بنا پر اعلیٰحضرت کو فحش گو قرار دیا جائے دنیا میں جب اعلیٰ درجہ کا فحش گو ایسے انتہائی فحش گوئی کی نمائش کرتا ہے تو اسکی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور گربنا دن اعلیٰحضرت کی ذات سے علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ فرق ہے تو صرف اس قدر کہ اسکی فحش گوئی کیلئے کوئی طائفہ مخصوص نہیں اور اعلیٰحضرت کی فحش گوئی کا مورد خاص علماء کرام کا طبقہ ہے۔ محض اس فرق کی بناء پر اعلیٰحضرت فحش گوئی کے دائرہ سے کیونکر خارج ہو سکتے ہیں لیکن ہم کو خلقت کے اس طعن پر کلام ہے۔ درحقیقت یہ فقرات نہ فحش ہیں نہ ان میں سوقیت۔ اعلیٰحضرت نے یہ فقرات او باش و بازاریوں سے سیکھ کر نہیں تحریر فرمائے بلکہ ان حضرات کا تتبع اور تقلید کی ہے جن کی شان میں یہ آیت کریمہ وارد ہوئی ہے۔ وجعلوا الملٰئكة الذين هم عباد الرحمٰن اناثا۔ ان حضرات اور اعلیٰحضرت میں فرق ہے تو بس اس قدر کہ انہوں نے ملئکہ کو اناث قرار دیا۔ اعلیٰحضرت نے علماء کرام کو۔ باقی عباد الرحمٰن کو دونوں مونث کہتے ہیں کہ ملئکہ کی طرح حضرات علماء کرام بھی عباد الرحمٰن ہیں حقیقت تو ہے یہ لیکن خلقت اپنے زعم باطل میں گرفتار ہے کہ اسکی نظر اعلیٰحضرت کی فحش گوئی پر مقصور ہے۔ کہ اس سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتی۔ الحمد للہ تعالیٰ ہماری اس تقریر سے خلقت کے تمام اعتراضات کا قلع قمع ہو گیا۔ اب اگر خدشہ باقی رہا تو صرف یہ کہ اعلیٰحضرت نے پہلودار گوئی کو اس طائفہ کے لئے مخصوص کیا تھا جو ان کی تحقیق میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو العیاذ باللہ گالیاں دینے والا ہے۔ چنانچہ اپنے مقتل اجہل الکذب صفحہ ۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ (وہ خبثا تو اللہ و رسول کو کھلی گالیاں دیں اور انہیں کوئی پہلودار لفظ کہا) لیکن سد الفرار و مقتل کذب و کید وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت نے ان سنی علماء سے بھی پہلوداری کا وہی برتاؤ کیا جو گالیاں دینے والوں کے ساتھ تھا کہ جس میں سر مو تفاوت نہیں ہاں اگر ان سے اگر خلاف ہے تو صرف مسئلہ اذان میں جس کو خود اعلیٰحضرت ایک فرعی مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ اس سے خلقت یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ اعلیٰحضرت کی نظر میں مخالف مخالف سب برابر ہیں۔ خواہ اللہ و رسول کو گالی دینے والا ہو یا ان کے ساتھ کسی مسئلہ فرعی میں خلاف کرنے والا۔ انکو دونوں پر یکساں غیظ آتا ہے۔ اور یہ تو صرف اعلیٰحضرت کا حیلہ ہے کہ محبت خدا و رسول مجھ کو پہلودار گوئی پر آمادہ کرتی ہے۔ درحقیقت اپنی مخالفت اعلیٰحضرت کو زہر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد ان کو ایسا طیش آتا ہے کہ پھر وہ نہیں دیکھتے کہ اس کا خلاف کسی اہم مسئلہ میں ہے یا فرعی حکم میں۔ بناء غیظ و غضب صرف خود داری و نفس پروری ہے۔ البتہ اپنے خداداد جوہر قابلیت کے ذریعہ اعلیٰحضرت خوبصورتی کے ساتھ کھینچ تان کر کے اس کو بالجبر خدا و رسول کا مخالف بنا دیتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے تمام مخالف یکساں برتاؤ کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اس خدشہ کا جواب خود اعلیٰحضرت نے اپنے مقتل الکذب اجہل صفحہ ۲۰ میں اس طرح دیا کہ (ان سنی نماؤں کی تہذیب کو دھکا لگا) مطلب یہ کہ اس فرعی مسئلہ میں خلاف کرنے والے بھی سنی نہیں بلکہ سنی نما ہیں۔ اس وجہ سے یہ بھی پہلوداری کے گھاٹ اتارنے کے لائق ہیں۔ چلیئے قصہ ختم شد۔ اصل یہ ہے کہ اعلیٰحضرت سنیت کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں اور دنیائے تسنن میں انکا دور حکومت ہے جس کو چاہیں دائرۂ سنیت میں رکھیں اور جس کو چاہیں نکال باہر کر دیں۔ سنیت ان کی مملوک اور حنفیت ان کی جاگیر۔ اب دنیا میں کسی کو حق نہیں کہ بغیر اتباع و مشورۂ اعلیٰحضرت سنیت کا بطور خود مدعی ہو سکے وہ زمانہ گذر گیا جبکہ سنیت و حنفیت کسی شہر و ملک و اقلیم کی پابند نہ تھی اب بریلی کے سوداگری محلہ میں جا کر سنیت نے اپنے کو اعلیٰحضرت کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ مگر کسی کو

سنیت سے فائدہ اُٹھانا اور اس طرح سُنّی بننا ہے تو اُس کو لازم ہے کہ بریلی جاکر سوداگری محلہ کا طواف کرے۔ کیا عجب ہے کہ سنیت سے کچھ اس کو بہرہ مل جائے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ **فضیلت ۲ تکفیرِ خلقت** آپ کی اس فضیلت سے بھینا لال کی وہ کہتی ہے کہ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ جس کی تو بات اور ہے مگر درحقیقت یہ وہ **فضیلت** ہے جو سوائے اعلیٰحضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ ۔ ع این جنس گرامی ہمہ کس را ندہند۔ سرزمین ہند میں شیوع اسلام دراصل ان پاک اور مقدس ہستیوں کے جذب روحانی کا ثمرہ ہے جو اپنے دل میں اسلام کا درد اور اپنے سینوں میں مسلمانوں کی سچی محبت رکھتے تھے۔ اور شانِ رافت ورحم کے مظہر اتم تھے۔ جنہوں نے اپنی جانکاہ اور ان تھک کوششوں سے اس زمین میں تخم اسلام بویا جو آخرکار اُن کے حسن اخلاص کی برکت سے پھلا اور پھولا۔ اور نونہال کی شکل میں آکر ایک عظیم الشان تناور درخت ہوگیا جس کے زیر سایہ اب چھ یا سات کروڑ مخلوق بستی ہے۔ یہ حضرات جن کے مقدس ہاتھوں سے باب رشد وہدایت کھلا صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طبقہ عالیہ ہے۔ جن کی مساعی جمیلہ کی تہ میں ایک غیبی ہاتھ کام کر رہا تھا۔ وہ حضرات عموماً مخلوق کے حق میں سراسر رحمت تھے۔ کیونکہ ان کے پیش نظر یہ حدیث تھی۔ کہ انما یرحم اللہ من یرحم (کنز العمال) ان کے اطوار سے غیظ وغضب کے بدلے رحم ورافت کی شان نمودار تھی کیونکہ یہ حدیث من لا یرحم المسلمین لا یرحمہ اللہ (کنز العمال) ان کا ایک اساسی اصول تھا جس پر ان کے تمام کام چلتے تھے۔ وہ ہر ایسی بات سے جو کسی کے شیشۂ دل کو سنگ گراں کی طرح چور کر دے۔ نہ صرف محترز رہتے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے باز رکھتے تھے وہ جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان اللہ لا یحب کل فحش متفحش (کنز العمال) وہ اس شخص کو بدترین خلق سمجھتے تھے جس کی بے لگام زبان اور فحش گوئی کی بدولت یہ گت ہو جائی کہ خلقت اس کی طرف رخ نہیں کرتی۔ کیونکہ ان کو اس حدیث ان من شر الناس من ترکہ الناس اتقاء فحشہ (کنز العمال) سے کافی آگاہی تھی۔ ان کا دامن عجب وتعلّی کے بدنما دھبے سے بالکل پاک تھا۔ ان کے اعمال صالحہ تھے۔ لیکن زبان ساکت تھی ان کا کوئی لمحہ ذکر وفکر سے خالی نہیں جاتا تھا لیکن اس کی مدح کی عوض زبان پر قفل تھا۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کار بند تھے کہ من حمد نفسہ علی عمل صالح فقد ضل شکرہ وحبط عملہ (ابونعیم) ان کے تمام اعمال اخلاص سے شگفتہ تھے۔ وہ سب کچھ کرتے تھے لیکن کہتے کچھ نہ تھے۔ ان کا یہ طریق عمل نہ تھا کہ کہیں سب کچھ اور کریں خاک نہیں۔ وہ مقدس ہستیاں دنیا میں اس لئے آئی تھیں کہ کفر کی تلخی کو ایمان کی حلاوت سے بدل دیں اور ایمان کے حبل متین کو اور زیادہ مضبوط کردیں۔ انہوں نے کسی مسلمان کو کافر نہیں بنایا بلکہ بےشمار کافر ان کے انفاس قدسیہ کی بدولت نعمت اسلام سے مشرف ہوگئے۔ وہ جبل وقار وکوہ حلم تھے کہ خلقت کے عیوب کی پردہ دری نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بحکم تخلقوا باخلاق اللہ شانِ ستاری کے کامل مظہر تھے۔ وہ عیب پوشی کے ذریعہ عیوب کا قلع قمع کرتے تھے۔ خلقت کو اس کے عیوب پر مطلع بھی کرتے تو رحم وتلطف کے ساتھ ان کے جرائم کا اظہار بھی کرتے تو پردہ کے ساتھ کیونکہ وہ روحانی طبیب تھے۔ وہ عیب جوئی بحث گوئی کے ذریعہ عیب فحش کو رواج دینے نہیں آئے تھے۔ وہ ولا تجسسوا ولا تباغضوا وکونوا عباد اللہ اخوانا کی پیشانی مضمون پر مطلع تھے۔ اس کی خوبیوں واسرار سے واقف تھے۔ تیرہ سو سال تک رحم ورافت کا یہی دور رہا۔ اس سے خلقت نے یہ نتیجہ نکالا کہ ایک ہادی برحق اور خصوصاً مجدد کے لئے وہ صفات ہونا چاہئے جو ان پچھلے برگزیدہ حضرات میں تھے۔ اب سی کو وہ اصلی معیار قرار دیکر سوال کرتی ہے۔ کہ اس چودھویں صدی کے دعویدار تجدید میں یہ اوصاف ہیں! تو وہ اپنی بدقسمتی سے سب کا جواب نفی میں پاتے ہیں۔ اس کی مزید توضیح کے لئے ہم سلسلہ سوالات وجوابات قائم کرتے ہیں۔ سوال۔ اس دور کے مجدد میں کیا شان رافت ورحم ہے۔ اعلیٰحضرت کا طرز بیان وطریق عمل دونوں جواب دیتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کی بارگاہ عالی میں کبھی رافت

ورحم کو حاضری تک کی اجازت نہیں دی گئی۔ ان پر لطف وکرم بجائے خود رہا۔ البتہ رأفت ورحم کے بدلے خشونت وغلظت آپکے دربار میں
باریاب ودخیل ہیں۔ انہیں سے مشورہ وصلاح سے لئے دن امت مرحومہ کے حق میں تبرکی زبان بصادر بہستہ رہتے ہیں **سوال**
اس دور کے مجدد نے کس قدر اسلامی تعداد میں اضافہ کیا **جواب** کفر کی تعداد میں بے شمار اضافہ کردیا اور اسلام کو قریب قریب اپنے
زعم میں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ **سوال** مدعی تجدید کے قول وفعل میں کہاں تک مطابقت ہے۔ **جواب** ان کا قول سد الفرار
صفحہ ۲ میں اپنی نسبت یہ ہے کہ وہ جس نے کبھی شہرت نہ چاہی وہ جس نے ہمیشہ اسباب شہرت سے نفرت رکھی اس قول پر آپ
احل الرضا لکھتے وقت اس طرح عمل پیرا ہوئے کہ یہ جملہ آپ کے قلم سے تراوش کرگیا کہ مجاہیل یا جاہلوں سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ
یہاں کے لائق۔ مطلب یہ کہ شہرت بہت اچھی چیز ہے۔ اور ہم مشہور و معروف ہیں۔ اور مجہولیت وغیر معروفیت ایسا سنگین
جرم ہے جس کی وجہ سے ترک کلام بھی درست ہے۔ **سوال**۔ شان تواضع کا اس چودھویں صدی کے مجدد نے کیا نمونہ
دکھایا۔ **جواب** اس کے متعلق سد الفرار صفحہ ۲ کی یہ عبارت دیکھو کہ اس کے ساتھ عداوت نہ ہوگی بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی حمایت عزت میں رکاوٹ ڈالنی۔ مطلب یہ کہ میری ایسی ذات ہے جس کی حمایت سے (العیاذ باللہ) حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت محفوظ ہے۔ بھلا اس سے بڑھکر کیا شان تواضع ہو سکتی ہے **سوال** مجدد صاحب کا مخلوق کے
ساتھ طرز گفتگو کیا ہے۔ **جواب** طرز گفتگو وانداز کلام یہ ہے کہ (تین جوتوں پر تین ردیہ العام فی جوت ایک روپیہ) اور ذاف سے
رسلیا تیرا جھولا بن خون پوچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کہے) **سوال** دعویدار تجدید خلقت کے عیوب سے اغماض بھی کرتے ہیں
جواب عیب پوشی دوسری چیز ہے جو واقع میں جرم نہیں ہوتا اس کو جرم کی صورت میں ظاہر کرنے کے عادی ہیں۔ اسی کو دیکھئے
کہ جب علمائے کرام بدایوں کی تحریرات مناظرہ میں ان کی پوری پہنچ تان کے بعد بھی کچھ نہ ملا تو شمس العلوم کے بیچ منگا کر ان
پر زبردستی کفر تھوپ دیا۔ **سوال**۔ مدعی تجدید حق تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے کہیں متجاوز تو نہیں ہیں۔ **جواب** حق تعالیٰ کے نزدیک
مجہولیت وغیر معروفیت کوئی جرم نہیں لیکن مدعی تجدید کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے کہ جس کی بدولت غیر معروف طالب ہدایت کو اس
سے بھی محروم کیا جا سکتا ہے گو کہ وہ تشنہ لب تخضب آمیز ہی سہی۔ چنانچہ مدعی صاحب کا ارشاد ہے کہ مجاہیل یا جاہلوں سے مخاطبہ
نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق **سوال** مدعی تجدید کلمات دل آزاری تو نہیں استعمال فرماتے **جواب**۔ ان کے ملفوظات طیبات
میں سے یہ دو جملے ہیں۔ ان سے اندازہ کر لیجئے۔ بکلے مانس کی صورت شیطان ملعون کی ٹانگ تلے آکر کفر زبان سے نکال دیا۔
سب پر ابلیس ایک ہی طرح سوار **ان** وجوہ سے خلقت کو اعلحضرت سے سوء ظنی ہوگئی ہے۔ اور وہ اعلحضرت کو ان کے چند
مشنری کی طرح باضابطہ مجدد نہیں تسلیم کرتی اور سب سے زیادہ وہ آپکی مقدس تکفیر سے بدکتی ہے لیکن ہم محض تکفیر ہی کی وجہ سے اعلحضرت
کو مجدد مانتے ہیں۔ ان کو مجدد نہ ماننے والے حضرات ہم پر طعن نہ کریں خصوصاً جبکہ اس پر ایک زبردست برہان بھی ہم قائم کردیں
اصل بات یہ ہے کہ حضرات صوفیائے کرام کے مسلک پر دنیا میں اسماء الٰہی کا ظہور ہے اور اس طرح تمام عالم مظہر اسماء الٰہی ہے
اس حکم سے عالم کا ایک ذرہ مستثنیٰ نہیں ہے جبکہ حق تعالیٰ ذوالجلال والاکرام ہے تو جس طرح اسم اکرام کا ظہور عالم میں وقتاً فوقتاً
ہوتا رہا۔ اسی طرح کسی دور میں اسم جلال کا ظہور ہونا چاہئے جب تک دنیا میں عام طور پر نیکی کا بدی پر غلبہ رہا یا کم از کم دونوں حد
اعتدال پر رہیں اس وقت اسم رحیم و اسم اکرام کا ظہور رہا اور اس وجہ سے مجدد بھی آئے تو ایسے کہ جو مظہر کرم ورحم تھے۔ اس چودھویں
صدی میں چونکہ بدی کا پلہ بہت گراں ہو گیا اور لوگوں کی شامت اعمال کی بدولت قحط ووبا اور ایسے امراض ظاہر ہوئے کہ
جن کے ذکر سے تمام کتب طبیہ عاری ہیں۔ ایسی حالت میں ضرورت تھی کہ ایسے زمانہ کے لئے مجدد بھی ایسا منتخب ہو کہ اگر تمام مصائب
ایک طرف اور اس مجدد کی مصیبت عظمیٰ ایک طرف ہو تب بھی یہ اس مصیبت کا گراں رہے جو مجدد کے دست کرم سے مخلوق کو
پہنچے۔ اس لحاظ سے اعلحضرت اس چودھویں صدی کے مجدد بھی اور مظہر اسم جلال بھی ہیں۔ خلقت بجائے اسکے کہ وہ

ف: بریلوی صاحب کا حدود اللہ سے تجاوز

ف: بریلوی صاحب کی مجددیت پر زبردست دلیل

مجدد صاحب کے سخت برتاؤ دیکھ کر اپنے اعمال بد سے تائب ہوتی اور اس قہر الٰہی سے بچنے کے لئے بارگاہ الٰہی میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگتی وہ اور اُلٹا ان کی تمہید میں کلام کرنے لگی۔ اس باہمی گفتگو و بحث و مباحثہ سے اس مصیبت کا ہرگز خاتمہ نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ توبہ و استغفار کے ساتھ بارگاہ ذوالجلال والاکرام میں جبہ سائی نہیں کی جاوے۔ خلقت اپنے پر عذاب مسلط دیکھ کر بھی بچنے کی کی راہیں اختیار نہ کرے تو یہ قصور خلقت کا ہے نہ کہ اعلیٰحضرت مجدد صاحب کا۔ آپ تو نام خدا مظہر اسم جلال ہیں۔ قاعدہ کی رو سے تو سوائے قہری خطابوں کے آپ کی بارگاہ سے کچھ صادر نہیں ہونا چاہئے یہی وجہ ہے کہ عام طور سے آپکے مشتری آپکو صاحب الحجۃ القاہرہ تحریر کیا کرتے ہیں۔ اس میں یہی راز ہے جو عاجز نے عرض کیا ہم خلقت سے پوچھتے ہیں کہ اگر اعلیٰحضرت مظہر اسم جلال نہیں ہیں تو پھر وہ بتائے کہ ہندوستان کا وہ کونسا خطہ ہے جہاں آپکا شرارہ جلال نہیں گرا اور وہ کونسی انجمن یا مدرسہ ہے جو آپکے شرارہ جلال سے محفوظ رہا۔ اور وہ کونسا ایوان اتحاد ہے جس کو آپ کے سنگ قہر نے توڑ کر پارہ پارہ نہیں کردیا۔ اگر خلقت بتا نہیں سکتی تو پھر ان کو مظہر اسم جلال تسلیم کرنے میں کیوں دریغ کرتی ہے خلقت اتنا نہیں سمجھتی کہ اعلیٰحضرت وہ مظہر اسم جلال ہیں کہ انکا شرارہ جلال ابنائے عصر سے گذر کر دور سابق تک تجاوز کر گیا ہے اگر اس کو یقین نہو تو ہم اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ خلقت کا کسی قدر اطمینان کرسکیں **شرارہ جلال ۱**۔ بدایوں کے پرچے شمس العلوم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ جملہ مرقوم تھا کہ ہر شخص آپ کا اور آپ کی ہر ادا کا مفتون ہوجاتا تھا۔ اس پر اعلیٰحضرۃ کا شرارہ جلال سد الفرار صفحہ ۱۰۲ میں اس طرح گرا۔ کہ یہ معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتان و فتنہ انگیز اور حضور کی محبت کو فتنہ کہنا ہے۔ اس کا استعمال معشوقان مجازی میں اس لئے ہے کہ ان کی محبت فتنہ ہے۔ اور وہ فتنہ گر۔ وہی خطاب آپ نے ان کو دیا جو ہر فتنہ کے مٹانے والے اور ان کی محبت اصل ایمان ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے حاشیہ پر یہ سرخی تحریر فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایشی سخت سخت حملے۔ گویا لفظ مفتون کہا آگیا کہ اعلیٰحضرت کو تخیل کی جولانی کا موقع مل گیا اور بےدریغ زبان سے اہل بدایوں کی تکفیر فرما گئے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذاللہ حملہ کرنے کے بعد بھی اسلام باقی رہے۔ تو پھر اسلام کے زائل ہونے کی کیا صورت۔ اب یہ ظاہر میں صرف اہل بدایوں پر طعن ہے اور آنکی تکفیر۔ مگر درحقیقت اعلیٰحضرت نے راس الموحدین حضرت مولنا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی کی تکفیر کی ہے کہ انہوں نے اہل بدایوں سے بھی زیادہ تیز کہا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ارشاد فرماتے ہیں ؎ روحی فداک اے صنم ابطحی لقب ٭ آشوب ترک شور عجم فتنہ عرب۔ اہل بدایوں نے دوسروں کو مفتون کہا تھا اس کو اعلیٰحضرت نے حضور اقدس کا فتان و فتنہ انگیز ہونا استنباط فرمالیا۔ مولانا جامی نے تو کچھ تسمہ ہی لگا نہ رکھا۔ صاف فتنہ عرب کہہ دیا۔ اور اس پاس نہ کرکے آشوب ترک شور عجم، صنم بڑھا کر حق گستاخی پورا ادا کردیا۔ پس اگر اہل بدایوں معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت سخت حملہ کرنیوالے ٹھہر گئے۔ تو حضرت مولانا جامی قدس سرہ کو سخت سخت سخت سخت سخت سخت حملہ کرنیوالا قرار دینا چاہئے کیونکہ وہاں صرف ایک لفظ مفتون سے لفظ سخت کی تکرار ہوگئی تو چار لفظوں کے لئے چار بار تکرار کی ضرورت ہے اور اگر صراحت والتزام کے فرق کا لحاظ کیا جاوے تو ایک تکرار اور باقی رہجاتی ہے۔ بہرحال مولنا جامی کا اہل بدایوں سے نمبر بڑھا رہا۔ خلقت صرف یہی سمجھے ہوئے ہے کہ اعلیٰحضرت کی برق غضب صرف اہل بدایوں پر گری ہے یہ اس کے خیال کا قصور ہے ورنہ اعلیٰحضرت کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ صرف ابنائے عصر کی تکفیر پر اقتصار کریں۔ آپ کی شمشیر تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں۔

شرارۂ جلال ۲۔ پرچہ شمس العلوم میں حق تعالیٰ کے کرم اور مغفرت کے بیان میں ہے کہ گنہگار میدان قیامت میں جب ہچکچائیگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا اگر میں تم سے وہی کروں جس کے تم مستوجب ہو تو کرم کہاں رہیگا۔ صفحہ ۱۳۔ اس پر اعلیٰحضرت کا شرارہ جلال سد الفرار صفحہ ۱۰۳ میں اس طرح گرا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم گنہگاروں کی معافی کا محتاج ہوا۔ کہ معاف نہ فرمائے تو کرم ہی

سلب اور کرم رہنا ضرورت تو معاف فرمانا اللہ پر واجب ہوا کہ اپنا کرم تو باقی رکھے۔ حاشیہ میں اعلیحضرت نے اسکی دوسر خیال تحریر
فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ پر حملہ۔ معتزلہ کی تقلید۔ اس برق جہاں سوز نے صرف اہل بدایوں کے ہی خرمن کو نہیں سوخت کیا ہے بلکہ حضرت
مولانا نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی بیدریغ گری ہے۔ چنانچہ ان کا یہ شعر ہے جس کا مضمون شمس العلوم کے مضمون کے ساتھ بالکل متحد ہے
ع۔ گناہ من ار نامدے در شمار۔ بہ تا نام کے بودے آمرزگار۔ لیجئے حضرت مولانا نظامی گنجوی بھی حق تعالیٰ پر حملہ کرنے والے اور
معتزلہ کے مقلد ہو کر اچھے خاصے معتزلی ہو گئے۔ بلکہ یہ سیفی تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی چل کر رہی۔ عام طور سے نیک
اعمال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بشارت دی کہ وجبت (الجنۃ) اسی طرح بداعمال پر بھی وجبت (النار) کے ذریعہ
انذار فرمایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وجوب بلا ایجاب متصور نہیں تو اب اعلیحضرت کے اعتراض سے کہاں مفر۔ وہ اس طرح اس حدیث
پر اعتراض وارد کر دینگے کہ جنت یا نار میں داخل کرنا حق تعالیٰ پر واجب ہوا تا کہ اپنا عدل باقی رکھے۔ اب اہل بدایوں کو ان سے
شکایات کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اعلیحضرت کی سیفی سب پر یکساں چلتی ہے۔ وہ نہ موقعہ محل دیکھیں نہ وجوہ استحسانی سمجھیں۔ انہیں تفسیق و
تکفیر سے بحث ہے کیونکہ حقیقۃً وہ مظہر اسم جلال ہیں۔ **شرارہ جلال ۳** - پرچہ شمس العلوم میں حضرت اویس قرنی و صحابہ کرام رضوان
اللہ علیہم اجمعین کی نسبت مذکور ہے۔ کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار اور جمال جہاں آرا احمدی پر شیدا اور
اس کے دیوانہ ہیں تو اس پر اعلیحضرت کا قہری فرمان سد الفرار صفحہ ۱۰۲ میں اس طرح صادر ہوا کہ سیدنا اویس کو دیوانہ کہا
فاروق اعظم کو دیوانہ کہا مولیٰ علی کو دیوانہ کہا۔ ہزاروں صحابہ کو دیوانہ کہا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ آپ کا ادب ہے۔ اعلیحضرت
نے یہ چوٹ دراصل حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ پر کی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ایسی تیز کہی کہ
حضرت جبرائیل روح الامین کو مرغ اور ملائکہ کو مثل مگس قرار دیدیا۔ چنانچہ ان کے دیوان میں ہے کہ ع مبارک نامہ قرآں تو
داری بہ کہ مرغ نامہ شد روح الامینش۔ لبش چوں انگبیں ریزد و در افتد۔ ملائک چوں مگس در انگبینش۔ دیوانہ تو پھر آدمی کی قسم
ہے۔ یہاں نعت احمدی میں ملائکہ عباد الرحمن اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مرغ و مگس کہا جا رہا ہے۔ اعلیحضرت ان کی خبر نہیں
لیتے بایں ٹھہرائی ہے کہ تفسیق و تضلیل کے لئے صرف اہل بدایوں ہی کو تختہ مشق بنایا جا رہا ہے۔ جب حق گوئی پر آ گئے تو پھر ڈر کس
کا ہے۔ حق گوئی کی خاطر اپنے مالدار معتقدین کی ہرگز پروا نہ کیجئے۔ ہاں اگر خوف ہے تو صرف اس کا کہ اعلیحضرت کو خلقت پھر عام
طور سے وہابی کہنے لگے گی۔ اس وجہ سے ضرورت ہے اس کی کہ ان اکابر کے کلام سے اغماض کیا جاوے اور اہل بدایوں و
دیگر معاصرین علماء پر بیدریغ تفسیق و تضلیل و تکفیر کی سیفی چلائی جائے کہ اس میں راز بھی فاش نہ ہوگا اور ادھر خلقت سب سے
منحرف ہو کر صرف اعلیحضرت کا کلمہ پڑھنے لگے گی سوا الگ۔ اس مصلحت شناسی و دور اندیشی کی ہم بھی داد دیتے ہیں۔ **شرارہ جلال ۴**
پرچہ شمس العلوم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غایت محبت کا اظہار اس طرح کیا گیا تھا کہ چکتے مکھڑے کی بلائیں
اس محبت آمیز فقرہ پر اعلیحضرت کا سد الفرار صفحہ ۱۰۳ میں اس طرح قہر ٹوٹا۔ مکھڑا صیغہ تصغیر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی شان میں تصغیر حرام کبیرہ ہے۔ علماء کرام نے حامل کو مصیحف چھوٹی مسجد کو مسجد کہنے کو منع فرمایا۔ اس پر خلقت کہتی ہے
کہ اصل میں اعلیحضرت کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و مدح دنیا سے اٹھ جائے۔ اب اسی
کو دیکھیے کہ مثل زبان عربی و فارسی زبان اردو میں تصغیر کے لئے کوئی وزن و صیغہ نہیں قرار دیا گیا لیکن اعلیحضرت نے لفظ
مکھڑے کو جو کلام محبت میں عموماً استعمال کیا جاتا ہے صیغہ تصغیر قرار دے ہی دیا۔ کاش اگر یہی ہوتا کہ تصغیر کے لئے نہ تو کوئی
قاعدہ ہے نہ کوئی وزن و صیغہ نہ محاورہ میں یہ کلمہ مکھڑا تصغیر کے لئے مستعمل بلکہ اس جگہ مستعمل جہاں غایت محبت کا اظہار مقصود
پھر بھی اعلیحضرت کو غیظ آ گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کج بحثیوں سے مقصود صرف یہ ہے کہ حمد و نعت کا دروازہ یک لخت
بند کر دیا جائے اب رہی یہ بات کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کریں تو اس کا جواب اعلیحضرت سے پوچھئے وہ بتا دینگے

۸ بریلوی صاحب کا حضرت امیر خسرو پر حملہ

۹ بریلوی صاحب کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

کون لائق ہے۔ میرٹھ کے ایک مشہور زبان داں شاعر بیان یزدانی نے بھی ایک نعتیہ غزل میں لفظ مکھڑا استعمال کیا ہے جسے تعجب
ابی تو نے گیسوؤں والے آجا بخواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹائے آجا۔ اس مطلع سے بوئے محبت نکلتی ہے اور معلوم ہوتا کہ عشق احمدی
صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشاری کی حالت میں یہ مطلع اُن سے نکلا ہے جس کا قلب پر بیحد اثر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ مطلع بلکہ پوری غزل جس
کا یہ مطلع ہے فقیر کو بغایت پسند ہے۔ اور اسی طرح اکثر اصحاب کیف کو اس مطلع و غزل سے لطف اُٹھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن
افسوس ہے کہ اعلیٰحضرت اس میں بھی یہ پر لطف تقریر جاری کریں گے کہ مکھڑا صیغہ تصغیر ہے الخ۔ اگر بیان یزدانی مثل جامی و امیر خسرو بزرگ
نہیں ہیں تب بھی زبان اردو کے ایک ماہر شاعر ضرور ہیں۔ کیا وہ نہ جانتے تھے کہ مکھڑا صیغہ تصغیر ہے۔ آج تک کسی اہل زبان نے
ان کے اس مطلع پر اعتراض نہیں کیا۔ ورنہ بحیثیت زبان وہ اعتراضات کا نشانہ بنجاتے لیکن غلفت کا یہ اعتراض صحیح نہیں
اعلیٰحضرت کا ان قیودات کے بڑھانے سے مقصود صرف یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی پر دنیائے اسلام کو مائل
کر دیں جس کا یہ قول تھا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں صرف عبدہ و رسولہ استعمال کرنا چاہئے۔ اس سے ذرا ایک قدم
بڑھایا۔ اور فقط اشرک شرک کے دائرہ میں آگئے۔ وہ کہتا تھا کہ مدح صرف اسی جگہ عبدہ و رسولہ میں ہے اس کے سوا جو حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا جائیگا وہ سب داخل بدعت اور شرک ہے۔ اس کی تقلید کی بنا پر اعلیٰحضرت نے حضرت امیر خسرو
و مولنا جامی و حضرت نظامی گنجوی جیسے اکابر کی نعتیہ اشعار کو رد کر ہی دیا۔ اہل بدایوں و بیان یزدانی کس شمار و قطار میں ہیں
لیکن ہم کو اس کا سخت افسوس ہے کہ آیۃ کریمہ ورفعنا لک ذکرک اعلیٰحضرت کے اس ایمان دل کو بھی پیدا نہیں ہونے دیگی۔ شرارہ
جلال ۵ پرچہ شمس العلوم کے اس آخر بیت ست بنانے والی با کیف و ناز لیجئے یہ عرض ہے فرمایا ہے اس طرح ... الغرض صفحہ
میں غضب توڑتے ہیں کہ کیف نشہ کو کہتے ہیں شان اقدس میں اس کا استعمال آپ کا ادب ہے شکر ہے کہ اعلیٰحضرت نے لفظ ناز
پر کچھ اثر نہیں لیا ورنہ اس چلتی ہوئی شمشیر کو کون روک سکتا تھا۔ اسی طرح لفظ مست پر نظر نہ پڑی ورنہ یہ شمشیر اس طرح چلتی
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر مست ہونے والے اصحابہ کرام تھے۔ اور مست اس کو کہتے ہیں کہ جو شراب کے
نشہ سے مست ہو تو گویا العیاذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزار ہا صحابہ کرام کو شراب سے بیخود و مست بنا دیا۔ اس
وقت یہ کسی کی مجال نہ ہوتی کہ معرفت کی مستی و بیخودی مراد لے لیتے کیونکہ کیف کے معنی میں کسی نے اعلیٰحضرت کا کیا کر لیا جو اس
وقت کچھ کر لینا۔ اسی طرح مولنا جامی روح اللہ روحہ کے اس شعر سے بھی اس کو کچھ مدد نہیں ملتی۔ جو شان اقدس میں ہے کہ ؎
زمین بسطریق ادب نیست در رہت بنہ ما عاشقیم و مست نیاید ز ما ادب۔ کیونکہ اوّلاً مولنا جامی خود اعلیٰحضرت کے ہدف تیر اعتراض میں
ثانیاً انہوں نے اپنے کو مست کہا ہے۔ صحابۂ کرام کی طرف اس کی نسبت نہیں کی کچھ قسمت ہی اہل بدایوں کی اچھی تھی ورنہ اعلیٰحضرت
کی جو روش اعتراض ہے اس کا اجرا یہاں بھی بخوبی ہو سکتا تھا۔ اب اگر ہم کو کھٹکا ہے تو صرف اس کا کہ کہیں اہل بدایوں اعلیٰحضرت
کے ان دو شعروں پر مطلع نہ ہو جائیں جو ان کے قصیدۂ معراجیہ میں ہیں۔ کہ ؎ وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے نئے
نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لئے تھے، بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے جو قرب انہیں کی
روش پر ہوتا تو لاکھوں منزل کے فرصے تھے۔ کیونکہ اگر کہیں اہل بدایوں کو اُن کی اطلاع ہو گئی تو وہ صاف کہیں گے کہ صرف لفظ
کیف پر ہم پر اس طرح بیدریغ سیفی چلائی اور اپنی خبر نہیں کہ اس سے بڑھ کر طرب اور وصل جیسے الفاظ جو عموماً دوسرے مقامات
جنسی پر ہوتے ہیں ان کو بھی شان اقدس میں استعمال کئے جاتے ہیں اور بے ادبی و گستاخی کا خطرہ دل میں نہیں گذرتا۔ پھر انہیں
پر بس نہیں لفظ جھجکتے اور شرم سے جھکتے سے ان میں تازہ روح پھونکی جا رہی ہے۔ کیا اسی کا نام ادب ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ
جس طرح اعلیٰحضرت کی نظروں سے لفظ مست و ناز اوجھل ہو گئے اسی طرح یہ دو شعر اہل بدایوں کی نظروں سے اوجھل
رہیں تاکہ دونوں برابر ہو جاویں اور کسی کو کسی سے شکایت نہ رہے۔ خیر یہ تو اعلیٰحضرت اور اہل بدایوں کا معاملہ تھا لیکن ہم کو

ف: [illegible] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں [illegible] گستاخی

اعلیٰحضرت کے دونوں شعر نہایت پسند ہیں یہ اور بات ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اصول کے موافق ان دونوں شعروں میں گستاخی و بے ادبی ہے گر ہمارا ذوق طبع اس پر مجبور کر رہا ہے کہ اُن کی حسن و خوبی کا اظہار کریں خصوصًا دوسرا شعر بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہوا ہے جو اہل مذاق سے مخفی نہیں۔ **شرارہ جلال ۶** ۔ پرچہ شمس العلوم میں ہے۔ آسمان و زمین چکر کھا کر کہتے ہیں اس پر حد الفرار صفحہ ۹۰ میں اس طرح غضب کی بجلی کوندی کیا خوب آسمان تو آسمان زمین بھی گردش کرتی ہو۔ نصاریٰ کا اتباع اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیا خوب نصاریٰ صرف زمین کو متحرک مانتے ہیں آسمان اُن کے نزدیک کوئی چیز نہیں یہ اعلیٰحضرت نے خوب کہی کہ نصاریٰ کے نزدیک آسمان و زمین دونوں حرکت کرتے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو پھر اتباع کے کیا معنیٰ۔ غرض تکفیر و تفسیق کی ایک دھن سوار ہے اللہ رحم کرے۔ **شرارہ جلال ۷** ۔ اہل بدایوں کے پرچہ مذاکر علمیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی نسبت مرقوم ہے۔ کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے۔ کہ واللہ اس کے مقابلہ میں دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ اس پر اعلیٰحضرت بہت بگڑے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ آخرت کی اعظم نعمت دیدار الٰہی و رضوان اکبر ہے ان کو ہیچ کہنا کونسی دینداری ہے۔ سد الفرار صفحہ ۸۰ اہل بدایوں کے قلوب میں تو اس بوالعجب معنیٰ کا خطرہ بھی یقینًا نہیں گذرا۔ لیکن اعلیٰحضرت نے مقتل کذب کید میں صراحۃً نفس اذان جمعہ ہی کو باطل قرار دیدیا جس کا اجماعی ہونا خود بدولت کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ کلام تو صرف اذان کے داخل مسجد و خارج مسجد ہونے میں نہ کہ نفس اذان میں۔ اصل میں اعلیٰحضرت مسجد سے اذان باہر کر دینے پر قناعت نہیں فرماتے بلکہ اس کے درپے ہیں کہ نفس اذان ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جبھی تو فرماتے ہیں۔ کہ صاف نہ کھل گیا کہ اذان جمعہ ایسی ہی شدید باطل ہے جس کے بنانے کو کوئی بچی سند نہیں ملتی۔ مقتل کذب و کید صفحہ ۲ دیکھئے صراحت اس کو کہتے ہیں کہ نہایت صاف لفظوں میں اُس شعار اسلامی کا انکار کر دیا جس پر تمام امت محمدیہ کا اجماع اور اس اجماع کے خود بدولت بھی مقر۔ پھر کس صفائی کے ساتھ اس کو باطل فرما رہے ہیں۔ بھلا اہل بدایوں کو کہاں یہ صفائی نصیب ان کی عبارت میں دیدار الٰہی کا ذکر تک نہیں اور عام طور پر یہ کلمۂ حصر اضافی میں مستعمل۔ پھر بھی اعلیٰحضرت نے ان کو دیدار الٰہی کا معاذ اللہ ہیچ سمجھنے والا قرار دے دیا اب یہ دیکھنا ہے کہ اپنے اس صریح انکار کی نسبت اعلیٰحضرت کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

فضیلت ۳ عمل بالحدیث ۔ اعلیٰحضرت اصل میں عامل بالحدیث ہیں لیکن خلقت براہ غلط فہمی ان کے بعض اقوال کی رو سے ان کو وہابی خیال کرنے لگی ہے اور اس پر متعجب ہو کر اس طرح زبان طعن دراز کرتی ہے کہ اعلیٰحضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا۔ ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلیٰحضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰحضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت ہے جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرا دیا جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہہ برسائیں۔ جنہوں نے وہابیت کے حیلہ سے علماء ربانیین کی جڑ کاٹنے میں وہ وہ مساعی جمیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت و نبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہو۔ اور جن کے فتنہ و فساد کے سامنے حسن بن صباح کے فدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہو کر آجاوے تو اس کو اعلیٰحضرت کے کمالات کے بالمقابل سوائے زانوئے ادب تہ کرنے کے چارہ کار نہ ہو۔ غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی بھروہنڑے اور لیبڑے کے دوسرے الفاظ اشارہ و عظ میں آشنا ہی نہیں ہوتیں اگر درپردہ وہابی ثابت ہو جاوے تو پھر تعجب کی کوئی وجہ نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اعلیٰحضرت جو اپنے کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ بجائے وہابی کش کے درحقیقت خود کش ہیں۔ خلقت اپنے اس جزمی دعوے کے ثبوت میں اعلیٰحضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے وہابیت ۱ جل ایفا صفحہ ۱۲ میں علماء بدایوں پر اعلیٰحضرت اس طرح طعن کرتے ہیں۔ رہے اذانیوں کے الفاظ و القاب

بریلوی صاحب کا شعار اسلامی اذان جمعہ کا صراحت سے انکار

وہ محض تصنع ہوا کرتے ہیں جو دوبارہ اذان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے اگر امام وقت ہے جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے اور جو پدر پرستی میں سنت نبوی وارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل یا جاہل ہو امام اور علامہ بے چیں وچناں ہے۔ انتہی۔ پدر پرستی کے کلمہ نے اعلیٰحضرت کی اہلیت کا مرقع الٹ دیا۔ و یسے یہ صریح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا اور اس خلاف میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اُن کے ساتھی ہوئے۔ اور اتباع سنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودہویں صدی میں خاک بریلی سے اُٹھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے۔ وہابیوں میں کیا سرسینگ ہوتے ہیں کہ وہ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن اور آزادی کے باعث لامذہب کہلائے جاویں اور اعلیٰحضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف سنانے پر بھی سنی کے سنی بنے رہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ بات یہ ہے کہ جب عہد عثمانی میں اذان جمعہ کی زیادتی پر اذان خطبہ اندرون مسجد قریب منبر ہوگئی اور اس پر اجماع صحابہ ہوگیا۔ تو یہ امر اعلیٰحضرت کو ناگوار گذرا اس وجہ سے حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کو پدر پرستی کا طعنہ دیا۔ کہ ان کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے لیکن خلعت کا اس دلیل سے دعوی ہرگز ثابت نہوا۔ دعوی یہ تھا کہ اعلیٰحضرت وہابی ہیں اور ثابت یہ ہوا کہ وہ رافضی ہیں کیونکہ حضرات خلفاء ثلاث کی توہین کرنے والا وہابی نہیں بلکہ رافضی ہے پس دعوی و دلیل میں مطابقت نہ رہنے سے تقریب تام نہولی اس وجہ سے خلعت کا یہ دعوی خارج کیا گیا۔ البتہ اعلیٰحضرت کے اس بیان سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ عہد عثمانی میں جو اذان کی جگہ میں تبدیلی واقع ہوئی ہے اس کو اعلیٰحضرت تسلیم کرتے ہیں جبھی تو اس طعن کی ضرورت پیش آئی۔ ہمارا بھی اسی قدر مقصود تھا جو اعلیٰحضرت کی عبارت سے واضح ہوگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ وہابیت ۲۔ اعلیٰحضرت جناب مولوی عبد الغفار صاحب رامپوری کے اس دعوی (کہ میں نے کتاب ارشاد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کی) کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ غلط کہتے کہتے گھومنے لگے کہ ابھی حضور تشریف لائے تھے۔ تم نے نہیں دیکھی ابھی سواری آئی تھی۔ نرے بے عقل مان لیتے ہوں گے گر جن کو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت عطا فرمائی ہے ان کے سامنے موجب مضحکہ وارسال لاحول ہوتے ہیں۔ بمقل کذب وکید صفحہ ۲۔ مطلب یہ کہ جن کو معرفت عطا ہوئی ہو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے تصرفات کے قائل نہیں۔ اگر کوئی اس قسم کے تصرفات بیان کرے تو وہ محض ایک ڈھکوسلا اور بے بنیاد بات سمجھی جاویگی جس پر بجائے ایمان واذعان لاحول خوانی کی ضرورت ہے اس بے نکی کے بعد اب شوراشوری کی ٹھہرتی ہے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بردہ شمس العلوم میں مرقوم تھا۔ مجھے کہاں تک پکاروں کیا تجھے بغدادی سبز گنبد سے نکلنے کی فرصت نہیں جو ہندی مبتلاؤں کی فریاد سنے۔ اچھا ادھر بلا کر کم از کم درد دل سن لے۔ اس پر اعلیٰحضرت کو اہل بدایوں پر غیظ آتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ گنبد میں بند ماننا کونسی تعریف ہے شاید مدد خدا کی یہی تسلیم ہوئی کہ جب تک وہاں جا کر نہ چلاؤ وہ فریاد نہیں سنتے پکارتے پکارتے تھک گئے۔ کہاں تک پکاریں سد الفرار صفحہ ۹۔ مطلب یہ کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سبز گنبد میں بند نہیں ہیں وہ بے قید مکان ہے حیات میں آزاد و فارغ تھے اسی طرح اب بھی ہیں لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے سبز گنبد میں محصور ہیں کہ اس جگہ کے سوا کہیں تشریف نہیں لیجا سکتے۔ اس پر خلقت کہتی ہے کہ یہ اعلیٰحضرت کی کھلم کھلا وہابیت ہے لیکن ہم کو خلقت کے اس دعوے میں کلام ہے کیونکہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری و فوقیت تسلیم کرنے والا شخص وہابی نہیں بلکہ کچھ اور ہے اب رہی یہ بات کہ وہ کیا ہے اس کا جواب خود اعلیٰحضرت سے پوچھ دیکھو لیکن شرط یہ ہے کہ اعلیٰحضرت کی طرف نسبت کر کے سوال نہ کیا بلکہ زید و عمر کی طرف نسبت کر کے سوال قائم کرنا تب تو اعلیٰحضرت سے شافی جواب کی اُمید ہو سکتی ہے ورنہ وہ اعلیٰحضرت ہی اعلیٰحضرت

ف: بریلوی صاحب کے نزدیک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں

ف: بریلوی صاحب کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سخت حملہ

اُدھر کی سُنا کر اصل بحث کو اُڑا جائیں گے۔ وہابیت ۳ بدایوں کے پرچہ مذاکرہ علمیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی نسبت تحریر تھا کہ ارادت نے عقل کل کو سر جھکانے پر مائل کیا آنکھیں تلوؤں سے ملیں۔ اعلیٰحضرت اس عقیدتمندانہ جوش کو پامال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تصنیف ہے۔ سد الفرار صفحہ ۲۰ مطلب یہ کہ نہ عقل کل و جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر جھکایا اور نہ آنکھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوؤں سے ملیں۔ یہ صرف اُن کی من گھڑت اور تصنیف ہے اعلیٰحضرت کو حضور اقدس کی نسبت اِس قدر بیمی و بیزاری ہے کہ وہ مجاز و استعارہ کی بحث ہی یکسر فراموش کر گئے اور بات بات میں چین بجبیں ہو کر ہر بات کی سند دریافت کرنے لگے۔ یوں ہے تو جب کوئی اعلیٰحضرت سے کہے کہ آپ ہمارے سر پرست ہیں تو اس وقت اعلیٰحضرت کو اس طرح دست بگریباں ہونا چاہیئے کہ یہ کلمۂ شرک ہے کیونکہ پرستیدن کے معنی ہیں پوجنا اور عبادت کرنا اور سرپرست اس کا اسم فاعل سماعی ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ سر کا پرستش کرنے والا گویا تو نے مجھ کو مشرک کہا۔ دور ہو میرے سامنے سے۔ پھر یہ تماشا دیکھو کہ خود بھی بیانِ معراج میں وہی حرکت کر بیٹھے ہیں جو اہل بدیوں سے صادر ہوئی۔ چنانچہ ان کے قصیدہ معراجیہ کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎ وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے ٭ نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے۔ یہاں پر اہل بدایوں کو حق ہے کہ وہ کہیں کہ یہ کس روایت سے ثابت ہے کہ حضور اقدس نے شب معراج میں غسل فرمایا تھا اور نہانے میں جو پانی گرا تھا اُس کو ستاروں نے لے لیا تھا۔ اور لیا بھی کٹوروں میں۔ اور اب جو ان کی چمک دمک ہے وہ اسی کا طفیل اور صدقہ ہے مجاز و استعارہ و اظہار جذبۂ دل کا تو یہاں نام لے نہیں سکتے کیونکہ ان کی راہیں اعلیٰحضرت پہلے ہی بند کر چکے ہیں اس بلیغ شعر کی خود اعلیٰحضرت کے ہاتھوں مٹی خراب ہوئی جس کا ہم کو بیحد قلق ہے غرض اعلیٰحضرت نے ایسے اصول ایجاد فرمائے کہ اگر وہ خدانخواستہ جاری ہو جائیں تو پھر نعت اقدس کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ اس وجہ سے خلقت کہتی ہے کہ اعلیٰحضرت صرف وہابی نہیں ہیں بلکہ اُن کے سرتاج ہیں۔ لیکن ہم کو خلقت کے اس خیال سے اتفاق نہیں۔ اصل یہ ہے کہ وہابیت کے مفہوم سمجھنے میں خلقت نے غلطی کی وہ وہابی اس کو سمجھتی ہے جو اکابر کی شان میں گستاخ اور ائمہ کے دائرۂ اتباع سے خارج ہو اور اعلیٰحضرت صرف اُس کو وہابی کہتے ہیں جو اُن کی مجددیت کا منکر ہو پھر وہ خواہ خلقت کے نزدیک کیسا ہی زبردست سنی ہو لیکن اعلیٰحضرت کے نزدیک وہابی ہے اور جو حضرت کی تجدید کا اعتراف کرے پھر وہ وہابی ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اعلیٰ درجہ کا سنی ہے۔ اس اصطلاح کی رو سے نہ اعلیٰحضرت وہابی ہیں نہ ان کے متبعین کیونکہ سب کے سب تجدید کے معترف ہیں۔ باقی ان کے سوا تمام دنیائے اسلام وہابی ہے۔ اس تقریر سے نہ صرف خلقت کا اعتراض دفع ہوا۔ بلکہ اور اُلٹا وہابیت کا طوق اس کی گردن میں پڑ گیا۔

فضیلت ۵ خودستائی - خلقت اعلیٰحضرت پر معترض ہے کہ جس قدر وہ خود اپنی مدح و ثنا کر گذرتے ہیں اس کا عشر عشیر کا بھی ظہور کسی سے نہیں ہوتا بخلاف مجددین سابق کے کہ اُن کے اقوال و اعمال دونوں میں تواضع و انکسار کی شان پائی جاتی ہے وہ اپنے حق میں کچھ نہیں کہتے لیکن اُن کی نسبت خلقت سب کچھ کہتی ہے۔ اور یہاں یہ حالت ہے کہ خود مدت ہی اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں جسکی انجام دہی مخلوق کے ذمہ ہے چنانچہ سد الفرار صفحہ ۴۳ میں خود اپنے کو اس لقب سے یاد فرماتے ہیں کہ (یعنی اعلیٰحضرت امام اہل سنت مجدد المایۃ الحاضرہ صاحب الحجۃ القاہرہ مد ظلہم الاقدس) اہل الرضا صفحہ ۲ میں ارشاد ہوتا ہے (ایک امام اہل سنت مجدد المایۃ الحاضرہ کے طرف مقابل بننے کا شرف ملنا تھا آسان ہے) اس کے بعد فرط جوش سے صفحہ ۹ میں اس طرح رجز فرماتے ہیں (مجاہیل یا جہلہ سے مخاطبہ نہ کچھ مفید یہ یہاں کے لائق) پھر نشۂ ریگہ و انانیت کی موج میں اعلیٰحضرت اس طرح غوطہ کھاتے ہیں ہاں اگر یہ عزت و فخر مراد ہو کر چند لمحہ کے لئے

نظر عوام میں ایک ایسے فرد یکتا امام بے ہمتا کی طرف مقابل بن گئے جسے ہمارے مشہورین فرمارہے ہیں انہ السید
الفرد الامام تو یہ دوسری بات ہے۔ الملی الرضا صفحہ ، پھر افتخار کا دریا اُن کو اس طرح بیتاب کرتا ہے۔ کہ اب کیوں نہ
بے ضرورت معلوم ہو گا کہ محمدی کچھار کا شیر شرزہ حیدری نعرہ کے ساتھ سامنے آیا۔ اجل الرضا صفحہ ۱۰۔ اپنے علوم کی
نسبت ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر اس میں وہ علوم القا فرمائے جن کی ضیا سے حق کی پیشانی جگمگا اٹھی۔ سد الفرار صفحہ ۲۔
اپنی فرضی و خیالی غیر محدود مقبولیت کی نسبت اعلیحضرت کا قسم تراوش کرتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے
بندہ پر کرم کہ اسے اپنی پاک مبارک عزت کی نصرت و حمایت کے لئے کھڑا کیا اور مسلمانوں کے قلوب کو اس بندہ کی محبت
سے بھر دیا سد الفرار صفحہ ۲۔ پھر اسی کے متصل اپنی مشیخت کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں کہ وہ جس نے کبھی شہرت نہ
چاہی۔ وہ جس نے ہمیشہ اسباب شہرت سے نفرت رکھی۔ مطلب یہ کہ بغیر ان کے چلے خود بخود شہرت حاصل ہو گئی۔
حقیقت میں اعلیحضرت نہایت خدا رسیدہ شخص ہیں۔ شہرت و دنیوی جاہ کی بھلا اس ذی شان بزرگ کی نظر میں کیا
وقعت جبھی تو خود بخود یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجاہیل یا جہلاء سے مخاطبہ نہ کچھ مفید اور نہ یہاں کے لائق۔ چونکہ شہرت سے
آپکو نفرت ہے اس وجہ سے مجہولیت کو آپ نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں سبحان اللہ۔ یہ آپ کی ہی شان ہے
ہے کہ شہرت و مجہولیت دونوں کو آپ حقیر سمجھتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ حب مولیٰ میں آپ ایسے مستغرق ہیں کہ تمام ماسوا سے
آپ کو نفرت ہے اس وجہ سے آپ کی نظروں میں نقیضین کا ارتفاع جائز ہے۔ پھر خود بخود اپنی شہرت کا ترانہ اس طرح گاتے
ہیں کہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے عرب و عجم و روم و شام و مصر و عراق مشرق و مغرب میں آفتاب عزو
کمال و جاہ و جلال بنا کر مشہور کر دیا۔ سد الفرار صفحہ ۳۔ گویا شہرت خود بخود اعلیحضرت کے پیچھے پڑی۔ ورنہ وہ تو اس سے
ایسے بیزار تھے کہ اس کے اسباب تک کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتے تھے۔ اب جو خود اُن کا یہ قول سبب شہرت بن رہا ہے
تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اسباب شہرت سے شہرت کے پہلے نفرت چاہئے لیکن جب کہ شہرت ہو جائے تو پھر
اسباب شہرت کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ اور بات بات میں اس کے اظہار کی کہ دیکھو ہم اتنے مشہور ہیں کہ
مشرق و مغرب تک ہمارا شہرہ ہے۔ لطف یہ کہ خود اس قسم کے اقوال ذریعہ شہرت ہوں ہوا کریں۔ کیونکہ جب مجہولیت
کی آن ایک بار ٹوٹ گئی تو اب ذرائع شہرت کو فروغ دینے سے رکنے والا کون شہرت طلبی اور شہرت سے بیزاری
دونوں بجائے خود صحیح رہیں۔ بقول شخصیکہ ؎ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ مسلمانو! یہ علوم ہیں جو اعلیحضرت
کو القا ہوئے ہیں۔ کہ کہیں ارتفاع نقیضین جائز اور کہیں اجتماع نقیضین جائز۔ لیجئے اب اس سے بھی زیادہ
تیز سنئے۔ اپنی منقبت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ اکیلا محمدی شیر جو اس بھرے میدان احد میں یا رسول اللہ کہہ کر
کود پڑا اور تنہا چار طرف تلوار کر رہا ہے۔ سد الفرار صفحہ ۲ یعنی گھر بیٹھے قلم کے تیر سے چلا رہا ہے جس کو اس نیزہ بازی کی
اتنی بھی فرصت نہیں ملی کہ کبھی مجمع عام میں آکر کسی سے برسر پیکار ہوتا پھر وہ خواہ مات کھاتا گر ہی گھر ٹوٹتا لیکن ضعفت یہ
کہنے سے تو باز رہتی کہ ؎ اڑا بتیرا معرکہ اور درمیاں ہنوز لیکن اس میں شک بھی نہیں کہ گھر بیٹھ کر جس قدر اعلیحضرت کے حصہ
میں قلمی نیزہ بازی آئی ہے۔ وہ بھی ایسے شخص کے افتخار کے لئے کیا کم ہے شاباش ہے آدمی باد بہر صورت مردا
اس کے بعد اعلیحضرت نے عجب و افتخار کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا چنانچہ فرماتے ہیں۔ اس نے ساتھ عداوت نہ کی
بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت عزت رکاوٹ ڈالنی۔ سد الفرار صفحہ ۳ کیونکہ اب دنیا بھر میں حضور اقدس

؎ اندھا محاورہ ہے ۱۲ منہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا حامیٔ عزت العیاذ باللہ سوئے اعلیٰحضرت کے کوئی نہیں رہا۔ اس کو خلقت عام طور سے کہتی ہے کہ یہ اعلیٰحضرت کی حد سے متجاوز تعلی و عجب ہے لیکن فقیر کے خیال میں یہ تعلی نہیں ہے بلکہ اس آیہ کریمہ و للہ العزۃ و لرسولہ و للمؤمنین کی ایک بوالعجب تاویل ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لوازم سے العیاذ باللہ عزت نہیں ہے بلکہ بطور عرض مفارق کے ہے جس کے لئے اعلیٰحضرت کی حمایت کی ضرورت ہے اور وہ بھی تنہا ان کی حمایت کی جبھی تو فرمایا کہ میرے ساتھ عداوت کے یہی معنی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایتِ عزت میں فتور ڈالا گویا حضور اقدس کی عزت آپکی حمایت سے (چشم بد دور) محفوظ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے عام طور پر خلقت آپ سے بدظن ہے لیکن فقیر کے خیال میں سوءظنی کی کوئی وجہ نہیں جبکہ اعلیٰحضرت مجدد مایۃ حاضرہ ہیں تو خلقت کو چاہئے تھا کہ وہ شب و روز آن کی مدح سرائی میں گذارتی جیسا کہ مجددین سابقین کے ساتھ اس کا یہی برتاؤ رہا۔ اعلیٰحضرت نے بھی قدرتی طور سے خلقت کے ساتھ یہ اُمید وابستہ کی لیکن اُنھوں نے مخلوق کی زبانوں پر قفل پڑا ہوا پایا تو بالآخر مجبور ہوکر ان کو اپنی مہر سکوت کو توڑنا پڑا کہ اب اگر یہ مدح نہیں کرتی تو پھر میں کیوں اپنی مدح و ثنا سے چوکوں۔ رہی یہ بات کہ دیگر مجددین کے طرزِ عمل سے اعلیٰحضرت کا طریق جدا رہا۔ سو اس میں کوئی قباحت نہیں کہ سب سے علیحدہ ہوکر سب سے ممتاز ہو گئے۔ بقول شخصیکہ ؎ نہ کچھ شوخی چلی بادِ صبا کی۔ بگڑنے میں بھی زلف اُس کی بنا کی۔ اعلیٰحضرت چونکہ قدرتی طور پر سب سے ممتاز ہیں اس وجہ سے اگر امتیاز کے طالب ہوں تو اس میں کیا حرج ہے۔ خلقت کی نظر اعلیٰحضرت کے صرف صریح دعوی مجددیت پر ہے۔ ہنوز ان کے ضمنی دعوی پر اس نے نظرِ غائر نہیں ڈالی۔ اگر خلقت کو کچھ سمجھ ہے تو فقیر اس کی طرف ایک اشارہ کرتا ہے۔ اس پر بھی نہ سمجھے تو پھر صراحت کے ساتھ بھی سمجھانا اس کو مشکل ہوگا۔ دیکھو! اعلیٰحضرت کے چھوٹے صاحبزادہ مصطفےٰ رضا خاں کا نامی کتاب وقعات السنان کی لوح پر اس طرح مرقوم ہے۔ تصنیف لطیف جناب مولنا مولوی ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مولوی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری۔ فرمائیے جب صاحبزادہ صاحب آل الرحمٰن ہوئے تو خود اعلیٰحضرت کیا ہوئے۔ بس سمجھ جاؤ۔ اب محی الدین جیلانی تحریر کرنے کی کیا شکایت۔ اعلیٰحضرت کے مطمح نظر وہ شئی ہے کہ اُس کے سامنے مجددیت کی کوئی حقیقت نہیں۔ اعلیٰحضرت سے بادب گذارش جناب کو اگر خدا نخواستہ اس رسالہ کے مطالعہ سے تکدر پیدا ہو تو پہلے اپنے ان الفاظ پر نظرِ ثانی ڈالنے کی زحمت گوارا فرمایئے۔ جو اجلی الرضا میں آپ نے تحریر فرمائے ہیں جس کی چند مثالیں پیشکش بندگان عالی ہیں۔ مجاہیل وجہلہ سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق۔ اجلی الرضا صفحہ ۴ بحث تو بہت فرمائی تھی مگر افسوس کہ ایک دھکی بھی نہ ہوئی۔ صفحہ ۴ ایک بار میدان میں آنا ہوا اور دیکھے کہ سامنا اس شیر شرزہ سے ہے۔ صفحہ ۵ معمولی مزخرفات جن کے صدہا رد ہو چکے۔ صفحہ ۵ مصنف القول الاظہر کے دل میں اللہ واحد قہار کی عظمت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی ہانگی ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۸ مقتضائے حیا تو یہ تھا۔ صفحہ ۱۰ آپ کے رسالہ القول الاظہر کو لہ الحسن بلیانہ علی شفا جرف ہار فانہار کا مزہ چکھایا۔ صفحہ ۱۳ ہجاء کے اصلی حرف تین ہی تو ہیں دونوں پر زائد بھی ور کار ہوں تو اشرف علی و انبیٹھوی کہ الحاد و ارتداد کے سر ہیں جب الحاد و جہل و مکابرہ و ارتداد و عناد کے سر جمع ہو جاویں صفحہ ۱۶ نہایت ناگفتنی بات حد سے زیادہ شرمناک صفحہ ۱۹ وہ جو شدید باطل و مطرود بلکہ ملعون و مردود ادعا تھا۔ صفحہ ۲۰ اس کے بعد کے نمبر اسی خرافت کے رد ہیں۔ صفحہ ۲۰ یہ تو عقل و فہم کی حالت اور مدارک علیہ میں دخل کی ہمت۔ صفحہ ۲۱ القول الاظہر کی نافہمیاں صفحہ ۱۵ مصنف القول الاظہر کی سخت ناقہمی صفحہ ۲۱ مصنف القول الاظہر نے آپ کی جناب میں ایسی کیا گستاخی کی تھی جس کا یہ معاوضہ ملا اس میں نہایت ادب کے ساتھ آپ کو خطاب کیا تھا۔ اور جابجا آپ کو فاضل بریلوی

سے تعبیر کیا گیا تھا جس کا یہ صلہ ملا۔ کہ مجاہیل یا جہلہ سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق۔ اس زیادتی پر چاہیے تو یہ تھا کہ جواب ترکی بہ ترکی دیا جاتا لیکن جبکہ آپ اپنی عادت نہیں چھوڑتے تو ہم کیوں اپنی پسندیدہ عادت کو خیر باد کہیں ہم نے اب بھی آپ کو تعظیمی الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور صریح نا ملائم الفاظ سے احتراز کیا کہ وہ آپ کا حصہ ہو چکے ہیں۔ دوسرے کی ملکیت میں ہم کیوں دست اندازی کریں اور اس وجہ سے ہم دوسروں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ آپ مہذبانہ طرز سے گفتگو کریں بلکہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ جو طریق گفتگو آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو۔ آپ بے دریغ اختیار فرمائیں لیکن براہ کرم اس خوبصورت حیلہ مجاہیل یا جہلہ سے مخاطبہ نہ کچھ مفید نہ یہاں کے لائق۔ سے اپنی عقب گذاری نہ کریں۔ آخر مخاطبہ کی نوبت پہنچ ہی گئی۔ گو در پردہ سہی۔ آپ پردہ کے ساتھ مخاطبہ کریں ہم بے حجاب آپ سے مخاطبہ کے لئے تیار ہیں۔ اطیر میں ہم بھی اعلیٰحضرت کی طرح مسلمانوں سے عرض کرتے ہیں۔ کہ مسلمانو! اگر دین عزیز ہے تو آنکھ کھولو اور گمراہیوں سے بچو۔ ورنہ تم جانو تمہارا کام سمجھا دینا ہمارا کام۔ توفیق دینا مولیٰ عزوجل کا کام۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر معین الدین کان اللہ لہ

صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف

جمعیۃ انوار خواجہ

انجمن جمعیۃ انوار خواجہ اجمیر شریف میں قائم ہے جس کے مقاصد حسب ذیل ہیں اور حسب سرمایہ آمدنی اپنے مقاصد کا اجرا کرتی جاتی ہے اکثر مقاصد میں بحمد اللہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئی جس کی تفصیل روئداد انجمن سے معلوم ہو سکتی ہے۔

مقاصد انجمن

جمعیۃ انوار المصلحین بذریعہ واعظین و مقررین کے دیہات کے ناواقف مسلمانوں کو نماز روزہ و ضروری احکام اسلام سے واقف کرنا۔ اور برکات آزادی فرائض مذہبی کے اس دورِ حکومت میں تمام اہلِ اسلام اور خصوصاً علمائے کرام کو حاصل ہیں انکا تشکر عملی طور پر ادا کر کے تمام اہل اسلام کے خیالات کی درستی و تحفظ کرنا۔

جمعیۃ انوار المصنفین۔ مفید عام تصانیف آسان اور سہل طریقہ پر عام فہم کے انداز کے موافق طبع کرانا جو محض مذہبی مسائل تعلیم کرنے کی غرض سے شائع کیجائینگی۔

جمعیۃ انوار المفتیین۔ بلا امتیاز قریب بعید استفتا و مسائل علمیہ دینیہ کا جواب تحریراً دینا اور فتاوی لکھنا

جمعیۃ انوار المتکلمین۔ غیر مذاہب کے لوگ جو شکوک شبہات اسلام کی نسبت رکھتے ہیں انکو حتی الامکان تہذیب واقعی کا لحاظ کرتے ہوئے تحریراً و تقریراً رفع کرنا۔ اسکے لئے طلبائے علوم دین کو تقریر و مناظرہ کی تعلیم دینا تاکہ عقائد حقہ اہل اسلام کے محفوظ ہو جاویں اور کسی غیر قوم خصوصاً آریہ صاحبان کے دستبرد سے عام مسلمان محفوظ رہ سکیں۔

تکمیل دار العلوم۔ دار العلوم معینیہ عثمانیہ جو ایک تعلیمی درسگاہ ہے اسکے لئے وسائل ترقی بہم پہنچانا اور جو طلبہ اپنی ناداری کے سبب دار العلوم کی بعدم گنجایش سرمایہ کے باعث تعلیم جاری نہ رکھ سکیں انکو اپنی مقدرت کیموافق وظائف دینا

نوٹ انجمن اپنی بقا اور ترقی کے لئے دینی درد رکھنے والے باخبر حضرات کی امداد مالی کی محتاج ہے جو حضرات انجمن ہذا کو کم از کم ایک سالانہ کی امداد و عطا فرمائیں گروہ سکے امداد ہی کن سمجھے جاوینگے انجمن کی تمام کارگذاری بذریعہ روئداد انکی خدمت میں پیش کیجاویگی۔ معاً سالانہ امداد زرچندہ پتہ ذیل پر ارسال کریں۔ فقیر معین الدین کان اللہ لہ ناظم انجمن جمعیۃ انوار خواجہ و صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف

جمعیۃ انوار خواجہ

انجمن جمعیۃ انوار خواجہ اجمیر شریف میں قائم ہے جس کے مقاصد حسب ذیل ہیں اور حسب سرمایۂ آمدنی اپنے مقاصد کا اجرا کرتی جاتی ہے اکثر مقاصد میں بحمد اللہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئی جس کی تفصیل رُوداد انجمن سے معلوم ہو سکتی ہے۔

مقاصد انجمن

جمعیۃ انوار المصلحین بذریعہ واعظین و مقررین کے دیہات کے ناواقف مسلمانوں کو نماز روزہ و ضروری احکام اسلام سے واقف کرنا۔ اور برکات آزادی فرائض مذہبی کے اس دورِ حکومت میں تمام اہلِ اسلام اور خصوصاً علمائے کرام کو حاصل ہیں انکا شکریہ عملی طور پر ادا کر کے تمام اہل اسلام کے خیالات کی درستی و تحفظ کرنا۔

جمعیۃ انوار المصنفین۔ مفید عام تصانیف آسان اور سہل طریقہ پر عام فہم کے انداز کے موافق طبع کرانا جو محض مذہبی مسائل تعلیم کرنے کی غرض سے شائع کیجائینگی۔

جمعیۃ انوار المفتیین۔ بلا امتیاز قریب و بعید استفتا و مسائل علمیہ دینیہ کا جواب تحریراً دینا اور فتاوی لکھنا

جمعیۃ انوار المتکلمین۔ غیر مذاہب کے لوگ جو شکوک شبہات اسلام کی نسبت رکھتے ہیں انکو حتی الامکان تہذیب و اتی کا لحاظ کرتے ہوئے تحریراً و تقریراً رفع کرنا۔ اسکے لئے طلبائے علوم دین کو تقریر و مناظرہ کی تعلیم دینا تاکہ عقائد حقہ اہل اسلام کے محفوظ ہو جاویں اور کسی غیر قوم خصوصاً آریہ صاحبان کے دستبرد سے عام مسلمان محفوظ رہ سکیں۔

تکمیل دار العلوم۔ دار العلوم معینیہ عثمانیہ جو ایک تعلیمی درسگاہ ہے اسکے لئے وسائل ترقی بہم پہنچانا اور جو طلبہ اپنی ناداری کے سبب دار العلوم کے عدم گنجایش سرمایہ کے باعث تعلیم جاری نہ رکھ سکیں انکو اپنی مقدرت کے موافق وظائف دینا

نوٹ انجمن اپنی بقا اور ترقی کے لئے دینی درد رکھنے والے باخیر حضرات کی امداد مالی کی محتاج ہے جو حضرات انجمن ہذا کو کم از کم کچھ سالانہ کی امداد و عطا فرمائیں گروہ سکے اعوان میں کن سمجھے جاوینگے انجمن کی تمام کارگذاری بذریعہ روئداد انکی خدمت میں پیش کیجاویگی مراسلات و زر چندہ پتہ ذیل پر ارسال کریں۔ فقیر معین الدین کان اللہ لہ ناظم انجمن جمعیۃ انوار خواجہ و صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف